ٹائٹل پیج بار اول

لَن یُّصِیبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا وَ عَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝[1]

ترجمہ ہمیں کوئی مصیبت ہرگز نہیں پہنچ سکتی بجز اس مصیبت کے جو خدا نے ہمارے لئے لکھ دی ہے وہی ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے اور مومنوں کو چاہئے کہ اسی پر بھروسہ رکھیں

شکر کا مقام ہے کہ گورنمنٹ عالیہ انگریزی نے اپنی رعایا پر رحم کر کے دوبارہ طاعون سے بچانے کیلئے ٹیکا کی تجویز کی اور بندگانِ خدا کی بہبودی کیلئے کئی لاکھ روپیہ کا بوجھ اپنے سر پر ڈال لیا۔ درحقیقت یہ وہ کام ہے جس کا شکر گذاری سے استقبال کرنا دانشمند رعایا کا فرض ہے اور سخت نادان اور اپنے نفس کا وہ شخص دشمن ہے کہ جو ٹیکا کے بارے میں بدظنی کرے کیونکہ یہ بارہا تجربہ میں آچکا ہے کہ یہ محتاط گورنمنٹ کسی خطرناک علاج پر عمل درآمد کرانا نہیں چاہتی بلکہ بہت سے تجارب کے بعد ایسے امور میں جو تدبیر فی الحقیقت مفید ثابت ہوتی ہے اسی کو پیش کرتی ہے۔ سو یہ بات اہلیت اور انسانیت سے بعید ہے کہ جس سچی خیرخواہی کے لئے لکھو کھہا روپیہ گورنمنٹ خرچ کرتی ہے اور کرچکی ہے اسکی یہ داد دیجائے کہ گورنمنٹ کو اس سردردی اور صرفِ زر سے اپنا کوئی خاص مطلب ہے۔ وہ رعایا بدقسمت ہے کہ بدظنی میں اس درجہ تک پہنچ جائے کچھ شک نہیں کہ اسوقت تک جو تدبیر اس عالم اسباب میں اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ آئی وہ بڑی سے بڑی اور اعلیٰ سے اعلیٰ یہ تدبیر ہے کہ ٹیکا کرایا جائے۔ اس سے کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ تدبیر مفید پائی گئی ہے اور بپابندیٔ رعایتِ اسباب تمام رعایا کا فرض ہے کہ اس پر کاربند ہوکر وہ غم جو گورنمنٹ کو ان کی جانوں کے لئے ہے اس سے اُسکو سبکدوش کریں۔ لیکن ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے

[1] التوبة : ٥١

ھم ٹیکا کراتے۔ اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اِس زمانہ میں انسانوں کے لئے
ایک آسمانی **رحمت کا نشان** دکھلاوے۔ سو اُس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تُو اور جو شخص تیرے گھر
کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائیگا
وہ سب **طاعون** سے بچائے جائینگے۔ اور اِن آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا۔ تا وہ قوموں میں
فرق کرکے دکھلاوے۔ لیکن وُہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے۔ اس کے لئے
مت دلگیر ہو یہ حکمِ الٰہی ہے جسکی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کیلئے اور اُن سب کے لئے جو ہمارے
گھر کی چار دیوار میں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ ابھی میں بیان کرچکا ہوں آج سے
ایک مدت پہلے وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے جسکے علم اور تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اُس نے
مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ میں ہر یک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤنگا جو اِس گھر کی چار دیوار میں
ہوگا بشرطیکہ وُہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دستکش ہو کر پُورے اخلاص اور اطاعت اور انکسار
سے **سلسلہ بیعت میں داخل ہو** اور خدا کے احکام اور اُس کے مامور کے سامنے کسی طور سے
متکبر اور سرکش اور مغرور اور غافل اور خود سر اور خود پسند نہ ہو اور عملی حالت موافق تعلیم رکھتا ہو
اور اُس نے مجھے مخاطب کرکے یہ بھی فرمایا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئیگی
جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں اور عموماً تمام لوگ
اس جماعت کے گو وُہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے مگر ایسے لوگ ان میں سے
جو اپنے عہد پر پُورے طور پر قائم نہیں یا اُنکی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہو۔ اُنپر
طاعون وارد ہوسکتی ہے۔ مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کرینگے کہ نسبتاً و مقابلۃً خدا کی
حمایت اِس قوم کے ساتھ ہے اور اُس نے خاص رحمت سے اِن لوگوں کو ایسا بچایا ہے جسکی نظیر نہیں۔ اِس
بات پر بعض نادان چونک پڑینگے اور بعض ہنسیں گے اور بعض مجھے دیوانہ قرار دینگے اور بعض حیرت
میں آئینگے کہ کیا ایسا خدا موجود ہے جو بغیر رعایت اسباب کے بھی رحمت نازل کرسکتا ہے؟ اِسکا جواب یہی ہے کہ
ہاں بلاشبہ ایسا قادر خدا موجود ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو اس سے تعلق رکھنے والے زندہ ہی مر جاتے

وہ عجیب قادر ہے اور اُسکی پاک قدرتیں عجیب ہیں۔ ایک طرف نادان مخالفوں کو اپنے دوستوں پر کُتّوں کی طرح مسلّط کر دیتا ہے اور ایک طرف فرشتوں کو حکم کرتا ہے کہ اُنکی خدمت کریں۔ ایسا ہی جب دُنیا پر اُس کا غضب مستولی ہوتا ہے اور اُس کا قہر ظالموں پر جوش مارتا ہے تو اُسکی آنکھ اُس کے خاص لوگوں کی حفاظت کرتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اہلِ حق کا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا اور کوئی انکو شناخت نہ کر سکتا۔ اُسکی قدرتیں بے انتہا ہیں مگر بقدر یقین لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں۔ جنکو یقین اور محبت اور اُسکی طرف انقطاع عطا کیا گیا ہے اور نفسانی عادتوں سے باہر کئے گئے ہیں اُنہی کیلئے خارق عادت قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ مگر خارق عادت قدرتوں کے دکھلانے کا اُنہی کیلئے ارادہ کرتا ہے جو خدا کیلئے اپنی عادتوں کو پھاڑتے ہیں۔ اِس زمانہ میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو اُس کو جانتے ہیں اور اُس کی عجائب قدرتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ بلکہ ایسے لوگ بہت ہیں جنکو ہرگز اُس قادر خدا پر ایمان نہیں جسکی آواز کو ہر یک چیز سُنتی ہے جسکے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ اِس جگہ یاد رہے کہ اگرچہ طاعون وغیرہ امراض میں علاج کرنا گناہ نہیں ہے بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی ایسی مرض نہیں جس کیلئے خدا نے دوا پیدا نہیں کی لیکن میں اِس بات کو معصیت جانتا ہوں کہ خدا کے اِس نشان کو ٹیکا کے ذریعہ سے مشتبہ کر دوں جس نشان کو وُہ ہمارے لئے زمین پر صفائی سے ظاہر کرنا چاہتا ہے اور میں اُسکے سچے نشان اور سچے وعدہ کی ہتک عزت کر کے ٹیکہ کی طرف رجوع کرنا نہیں چاہتا۔ اور اگر میں ایسا کروں تو یہ گناہ میرا قابلِ مواخذہ ہوگا کہ میں خدا کے اس وعدہ پر ایمان نہ لایا جو مجھ سے کیا گیا۔ اور اگر ایسا ہو تو پھر تو مجھے شکرگذار اُس طبیب کا ہونا چاہیئے جس نے یہ نسخہ ٹیکا کا نکالا نہ خدا کا شکرگذار جس نے مجھے وعدہ دیا کہ ہر یک جو اِس چاردیوار کے اندر ہے میں اُسے بچاؤں گا۔

میں بصیرت کی راہ سے کہتا ہوں کہ اُس قادر خدا کے وعدے سچے ہیں اور میں آنیوالے دنوں کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا وُہ آچکے ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ کسی طرح طاعون سے لوگ نجات پاویں۔ اور اگر گورنمنٹ کو آیندہ کسی وقت طاعون سے نجات پانے

کیلئے ٹیکہ سے بہتر کوئی تدبیر ملجائے تو وہ خوشی سے اُسی کو قبول کریگی۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ طریق جسپر خدا نے مجھے چلایا ہے اس گورنمنٹ عالیہ کے مقاصد کے برخلاف نہیں ہے اور آج سے بیس۲ برس پہلے اس بلائے عظیم طاعون کی نسبت میری کتاب براہین احمدیہ میں بطور پیشگوئی یہ خبر موجود ہے اور اس سلسلہ کیلئے خاص برکات کا وعدہ بھی موجود ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۸ و صفحہ ۵۱۹۔ پھر ماسوا اسکے یہ بڑے زور سے خدا تعالیٰ کیطرف سے پیشگوئی ہے کہ خدا میرے گھر کے احاطہ کے اندر مخلص لوگوں کو جو خدا کے سامنے اور اُسکے مامور کے سامنے تکبر نہیں کرتے بلائے طاعون سے نجات دیگا اور نسبتاً و مقابلۃً اس سلسلہ پر اُس کا خاص فضل رہیگا گو کسی کی ایمانی توحید کے ضعف یا نقصانِ عمل یا اجل مقدر یا کسی اور وجہ سے جو خدا کے علم میں ہے کوئی شاذ و نادر کے طور پر اس جماعت میں بھی کیس ہو جائے۔ سو شاذ و نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے۔ ہمیشہ مقابلہ کے وقت کثرت دیکھی جاتی ہے جیسا کہ گورنمنٹ نے خود تجربہ کر کے معلوم کر لیا ہے کہ ٹیکا طاعون کا لگانیوالے بہ نسبت دوسروں کے بہت ہی کم مرتے ہیں پس جیسا کہ شاذ و نادر کی موت ٹیکا کی قدر کو کم نہیں کر سکتی اسی طرح اس نشان میں اگر مقابلۃً بہت ہی کم درجہ پر قادیان میں طاعون کی وارداتیں ہوں یا شاذ و نادر کے طور پر اس جماعت میں سے کوئی شخص اس مرض سے گذر جائے تو اس نشان کا مرتبہ کم نہیں ہوگا۔ وہ الفاظ جو خدا کے پاک کلام سے ظاہر ہوتے ہیں انکی پابندی سے یہ پیشگوئی لکھی گئی ہے عقلمند کا کام نہیں ہے کہ پہلے سے آسمانی باتوں پر ہنسی کرے۔ یہ خدا کا کلام ہے نہ کسی منجم کی باتیں۔ یہ رشی کی چشم سے ہے نہ تاریکی کی اٹکل سے۔ یہ اُس کا کلام ہے جس نے طاعون نازل کی اور جو اُسکو دُور کر سکتا ہے۔ ہماری گورنمنٹ بلاشبہ اُس وقت اس پیشگوئی کی قدر کریگی جبکہ دیکھیگی کہ یہ حیرت انگیز کیا کام ہوا کہ ٹیکا لگانے والوں کی نسبت یہ لوگ **عافیت اور صحت** میں رہے۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اس پیشگوئی کے مطابق کہ در اصل برابر بیس۲ بائیس برس سے شہرت پا رہی ہے ظہور میں نہ آیا تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ میرے منجانب اللہ ہونے کا یہ **نشان** ہوگا کہ میرے گھر کی چار دیوار کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے اور میرا تمام سلسلہ نسبتاً و مقابلۃً

طاعون کے حملہ سے بچا رہیگا اور وہ سلامتی جو اِن میں پائی جائیگی اُسکی نظیر کسی گروہ میں قائم نہیں ہوگی اور قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہیں آئیگی اِلّا کم اور شاذ و نادر۔ کاش اگر یہ لوگ دِلوں کے سیدھے ہوتے اور خدا سے ڈرتے تو بالکل بچائے جاتے۔ کیونکہ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے دُنیا میں عذاب کسی پر نازل نہیں ہوتا۔ اِس کا مؤاخذہ قیامت کو ہوگا۔ دُنیا میں محض شرارتوں اور شوخیوں اور کثرت گناہوں کی وجہ سے عذاب آتا ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں[1] میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑیگی۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں۔ اور نیز یہ بھی یاد رہے کہ ہمیں اس الٰہی وعدہ کے مقابل اِس لئے انسانی تدبیروں سے پرہیز کرنا لازم ہے تا نشانِ الٰہی کو کوئی دشمن دُوسری طرف منسوب نہ کرے لیکن اگر ساتھ اس کے خدا تعالیٰ اپنی کلام کے ذریعہ سے خود کوئی تدبیر سمجھاوے یا کوئی دوا بتلا دے۔ تو ایسی تدبیر یا دوا اِس نشان میں کچھ حارج نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ اُس خدا کی طرف سے ہے جسکی طرف سے وہ نشان ہے۔ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بذریعہ طاعون کوئی فوت ہو جائے تو نشان کے قدر و مرتبہ میں کوئی خلل آئیگا۔ کیونکہ پہلے زمانوں میں موسیٰ اور یشوع اور آخر میں ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حکم ہوا تھا کہ جن لوگوں نے تلوار اُٹھائی اور صدہا انسانوں کے خون کئے انکو تلوار سے ہی قتل کیا جائے۔ اور یہ نبیوں کی طرف سے ایک نشان تھا جس کے بعد فتح عظیم ہوئی۔ حالانکہ بمقابل مجرمین کے اہلِ حق بھی انکی تلوار سے قتل ہوتے تھے مگر بہت کم۔ اور اسقدر نقصان سے نشان میں کچھ فرق نہیں آتا تھا پس ایسا ہی اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بعض کو بباعث اسباب مذکورہ طاعون ہو جائے۔ تو ایسی طاعون نشانِ الٰہی میں کچھ بھی حرج انداز نہیں ہوگی۔ کیا یہ عظیم الشان نشان نہیں کہ مَیں بار بار کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اِس پیشگوئی کو ایسے طور سے ظاہر کرے گا کہ ہر ایک طالبِ حق کو کوئی شک نہیں رہے گا اور وہ سمجھ جائے گا کہ معجزہ کے طور پر خدا نے اِس جماعت سے معاملہ کیا ہے۔ بلکہ بطور

[1] مسیح موعود کے وقت میں طاعون کا پڑنا بائبل کی ذیل کی کتابوں میں موجود ہے۔ دیکھو۔ زکریا ۱۴/۱۲۔ انجیل متی ۲۴/۸۔ مکاشفات ۲۲/۸

نشانِ الٰہی کے نتیجہ یہ ہوگا کہ طاعون کے ذریعہ سے یہ جماعت بہت بڑھے گی اور خارق عادت ترقی کریگی اور انکی یہ ترقی تعجب سے دیکھی جائیگی اور مخالف جو ہر ایک موقعہ پر شکست پاتے رہے ہیں جیسا کہ کتاب نزول المسیح میں مَیں نے لکھا ہے۔ اگر اس پیشگوئی کے مطابق خدا نے اِس جماعت اور دُوسری جماعتوں میں کچھ فرق نہ دکھلایا تو انکا حق ہوگا کہ میری تکذیب کریں۔
اب تک جو انہوں نے تکذیب کی ہے اِس میں تو صرف ایک لعنت کو خریدا ہے مثلاً بار بار شور مچایا کہ آتھم پندرہ مہینہ کے اندر نہیں مرا۔ حالانکہ پیشگوئی نے صاف لفظوں میں کہدیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کریگا تو پندرہ مہینے میں نہیں مریگا۔ سو اُس نے عین جلسہ مباحثہ پر ستّر معزز آدمیوں کے رُوبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو **دجّال** کہنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اُس نے پندرہ مہینہ تک اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا اور پیشگوئی کی بناء یہی تھی کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال کہا تھا۔ لہٰذا اُس نے رجوع سے صرف اِسقدر فائدہ اُٹھایا کہ پندرہ مہینے کے بعد مرا مگر مرگیا۔ یہ اسلئے ہُوا کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کے رُو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا سو وہ مجھ سے پہلے مرگیا۔ اِسی طرح وہ غیب کی باتیں جو خدا نے مجھے بتلائی ہیں اور پھر اپنے وقت پر پُوری ہوئیں وہ دس ہزار سے کم نہیں مگر کتاب نزول المسیح میں جو چھپ رہی ہے نمونہ کے طور پر صرف ڈیڑھ سَو انمیں سے مع ثبوت اور گواہوں کے لکھی گئی ہیں۔
اور کوئی ایسی پیشگوئی میری نہیں ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی یا اسکے دو حصوں میں سے ایک حصہ پورا نہیں ہو چکا۔ اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی پیشگوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اسکو نہیں ملے گی جسکی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔ مگر بے شرمی سے یا بیخبری سے جو چاہے کہے۔ اور مَیں دعوٰی سے کہتا ہوں کہ ہزارہا میری ایسی کھُلی کھُلی پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے پوری ہوگئیں جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں۔ انکی نظیر اگر گذشتہ نبیوں میں تلاش کی جائے تو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اَور جگہ انکی مثل نہیں ملے گی۔ اگر میرے مخالف اسی طریق سے فیصلہ کرتے تو کبھی سے انکی آنکھیں کھُل جاتیں اور مَیں انکو ایک کثیر انعام دینے کو تیار تھا اگر وہ دُنیا میں کوئی

صہ ۶

نظیر ان پیشگوئیوں کی پیش کرسکتے محض شرارت ہے یا حماقت سے یہ کہنا کہ فلاں پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ ہم بجز اسکے کیا کہیں کہ ایسے اقوال کو خباثت اور بدظنی کی طرف منسوب کریں۔ اگر کسی مجمع میں اسی تحقیق کیلئے گفتگو کرتے تو انکو اپنے قول سے رجوع کرنا پڑتا یا بیحیا کہلانا پڑتا۔ ہزارہا پیشگوئیوں کا ہُوبہُو پُورا ہو جانا اور اُنکے پُورا ہونے پر ہزارہا گواہ زندہ پائے جانا یہ کچھ تھوڑی سی بات نہیں ہے گویا خدائے عزّوجل کو دکھلا دینا ہے۔ کیا کسی زمانہ میں باستثنائے زمانہ نبوی کے کبھی کسی نے مشاہدہ کیا کہ ہزارہا پیشگوئیاں بیان کی گئیں اور وہ سب کی سب روز روشن کیطرح پوری ہو گئیں اور ہزارہا لوگوں نے انکے پُورے ہونے پر گواہی دی۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ اس زمانہ میں جسطرح خدا تعالیٰ قریب ہو کر ظاہر ہو رہا ہے اور صدہا امورِ غیب اپنے بندوں پر کھول رہا ہے۔ اس زمانہ کی گذشتہ زمانوں میں بہت ہی کم مثال ملےگی۔ لوگ عنقریب دیکھ لینگے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا چہرہ ظاہر ہوگا۔ گویا وہ آسمان سے اُتریگا۔ اُس نے بہت مُدت تک اپنے تئیں چھپائے رکھا اور انکار کیا گیا اور چُپ رہا۔ لیکن وُہ اب نہیں چھپائیگا اور دنیا اُسکی قدرت کے وُہ نمونے دیکھیگی کہ کبھی اُنکے باپ دادوں نے نہیں دیکھے تھے۔ یہ اِسلئے ہوگا کہ زمین بگڑ گئی اور آسمان و زمین کے پیدا کرنیوالے پر لوگوں کا ایمان نہیں رہا۔ ہونٹوں پر اُس کا ذکر ہے لیکن دِل اُس سے پھر گئے ہیں۔ اِسلئے خدا نے کہا کہ اب مَیں نیا آسمان اور نئی زمین بناؤنگا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ زمین مرگئی یعنی زمینی لوگوں کے دِل سخت ہو گئے گویا مر گئے۔ کیونکہ خدا کا چہرہ اُن سے چھپ گیا اور گذشتہ آسمانی نشان سب بطور قصّوں کے ہو گئے۔ سو خدا نے ارادہ کیا کہ وُہ نئی زمین اور نیا آسمان بناوے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین وہ پاک دِل ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا اُن سے ظاہر ہوگا۔ اور نیا آسمان وُہ نشان ہیں جو اُس کے بندے کے ہاتھ سے اور اُسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ دُنیا نے خدا کی اِس نئی تجلّی سے دشمنی کی۔ اُنکے ہاتھ میں بجز قصّوں کے اور کچھ نہیں اور اُنکا خُدا اُنکے اپنے ہی تصوّرات ہیں۔ دِل ٹیڑھے ہیں اور ہمتیں تھکی ہُوئی ہیں اور آنکھوں پر پردے ہیں۔ دُوسری قومیں تو خود حقیقی خُدا کو

ص۷

لکھو بیٹھی ہیں اُنکا کیا ذکر ہے جنہوں نے انسانوں کے بچّوں کو خدا بنا لیا مسلمانوں کا حال دیکھو کہ وہ کس قدر اُس سے دُور ہو گئے ہیں۔ سچائی کے پکّے دشمن ہیں۔ راہِ راست کے جانی دشمن کی طرح مخالف ہیں۔ مثلاً **ندوۃ العلماء** نے اسلام کے لئے جو کچھ دعویٰ کیا ہے اور یا **انجمن حمایت اسلام** لاہور جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کا مال لیتی ہے کیا یہ لوگ خیر خواہِ اسلام ہیں؟ کیا یہ لوگ صراطِ مستقیم کی حمایت کر رہے ہیں؟ کیا ان کو یاد ہے کہ اسلام کن مصیبتوں کے نیچے کچلا گیا اور دوبارہ تازہ کرنے کے لئے خدا کی عادت کیا ہے؟ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر مَیں نہ آیا ہوتا تو انکے اسلامی حمایت کے دعوے کسی قدر قابلِ قبول ہو سکتے۔ لیکن اب یہ لوگ خدا کے الزام کے نیچے ہیں کہ حمایت کا دعویٰ کر کے جب آسمان سے ستارہ نکلا تو سب سے پہلے منکر ہو گئے۔

صـ۸

اب وہ اُس خدا کو کیا جواب دیں گے جس نے عین وقت پر مجھے بھیجا ہے۔ مگر اُن کو تو کچھ پروا نہیں۔ آفتاب دوپہر کے نزدیک آ گیا ابھی اُنکے نزدیک رات ہے۔ خدا کا چشمہ پھوٹ پڑا مگر ابھی وہ بیابان میں رو رہے ہیں۔ اسکے آسمانی علوم کا ایک دریا چل رہا ہے لیکن ان لوگوں کو کچھ بھی خبر نہیں۔ اُسکے نشان ظاہر ہو رہے ہیں لیکن یہ لوگ بالکل غافل ہیں۔ اور نہ صرف غافل بلکہ خدا کے سلسلہ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ پس یہی حمایت اسلام اور ترویج اسلام اور تعلیم اسلام ہے جو اُنکے ہاتھوں سے ہو رہی ہے؟ مگر کیا یہ لوگ اپنی رُوگردانی سے خدا کے سچے ارادہ کو روک دینگے جو ابتدا سے تمام نبی اِس پر گواہی دیتے آئے ہیں۔ نہیں بلکہ خدا کی یہ پیشگوئی عنقریب سچی ہونیوالی ہے کہ کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔[1] خدا نے جیسا کہ آج سے دس برس پہلے اپنے بندہ کی تصدیق کیلئے آسمان پر رمضان میں خسوف کسوف کیا اور نیّر النہار اور نیّر اللیل کو میرے لئے گواہ بنا کر دو نشان ظاہر فرمائے۔ ایسا ہی اُس نے نبیوں کی پیشگوئی کے موافق زمین پر بھی دو نشان ظاہر کئے۔ ایک وہ نشان جسکو تم قرآن شریف میں پڑھتے ہو وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔[2] اور حدیث میں پڑھتے ہو وَلَیُتْرَکَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰی عَلَیْھَا جسکی تکمیل کے لئے ارضِ حجاز میں یعنی مدینہ اور مکہ کی راہ میں ریل بھی طیار ہو رہی ہے۔

[1] المجادلۃ: ۲۲ [2] التکویر: ۵

دوسرا[1] نشان طاعون کا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا وَإِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا... سو خدا نے ملک میں ریل بھی جاری کردی اور طاعون بھی بھیجدی تا زمین بھی گواہ ہو اور آسمان بھی۔ سو خدا سے مت لڑو۔ خدا سے لڑنا بیوقوفی ہے۔ اس سے پہلے خدا نے جب آدم کو خلیفہ بنانا چاہا تو فرشتوں نے روکا مگر کیا خدا اُنکے قول سے رُک گیا؟ اب خدا نے دوسرا آدم پیدا کرنے کے وقت فرمایا أَرَدْتُّ أَنْ أَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ یعنی میں نے ارادہ کیا جو خلیفہ بناؤں پس میں نے اس آدم کو پیدا کیا۔ اب بتلاؤ کہ کیا تم خدا کے ارادہ کو روک سکتے ہو؟ پس کیوں تم ظنّی باتوں کا خس و خاشاک پیش کرتے ہو۔ اور یقین کی راہ اختیار نہیں کرتے؟ امتحان میں نہ پڑو۔ یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے ارادہ کو روکنے والا کوئی نہیں۔ اِس قسم کی لڑائیاں تقویٰ کا طریق نہیں۔ البتہ اگر شک ہے تو یہ طریق ہو سکتا ہے کہ جیسا کہ میں نے خدا سے الہام پاکر ایک گروہ انسانوں کے لئے جو میرے قول پر چلنے والے ہیں عذاب طاعون سے بچنے کیلئے خوشخبری پائی ہے اور اس کو شائع کر دیا ہے۔ ایسا ہی اگر اپنی قوم کی بھلائی آپ لوگوں کے دل میں ہے تو آپ لوگ بھی اپنے ہم مذہبوں کیلئے خدا تعالیٰ سے نجات کی بشارت حاصل کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیں گے اور اس بشارت کو میری طرح بذریعہ چھپے ہوئے اشتہاروں کے شائع کریں تا لوگ سمجھ لیں کہ خدا آپ کے ساتھ ہے۔ بلکہ یہ موقعہ عیسائیوں کیلئے بھی بہت ہی خوب ہے۔ وہ ہمیشہ کہتے ہیں کہ نجات مسیح سے ہے پس اب اُنکا بھی فرض ہے کہ اِن مصیبت کے دِنوں میں عیسائیوں کو طاعون سے نجات دلاویں۔ اِن تمام فرقوں سے جسکی زیادہ سُنی گئی وہی مقبول ہے۔ اب خدا نے ہر ایک کو موقعہ دیا ہے کہ خواہ مخواہ زمین پر مباحثات نہ کریں۔ اپنی قبولیت بڑھ کر دکھلاویں تا طاعون سے بھی بچیں اور اُنکی سچائی بھی کھل جائے۔ بالخصوص پادری صاحبان جو دنیا اور آخرت میں مسیح ابن مریم کو ہی منجی قرار دے چکے ہیں۔ وہ اگر دل سے ابن مریم کو دُنیا و آخرت کا مالک سمجھتے ہیں تو اب عیسائیوں کا حق ہے کہ اُنکے کفارہ سے نمونہ نجات دیکھ لیں۔ اس طرح پر گورنمنٹ عالیہ کو بھی بہت آسانی ہو سکتی ہے کہ برٹش انڈیا کے مختلف فرقے جو اپنے اپنے مذہب کی سچائی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

صفحہ ۹

[1] بنی اسرائیل: ۵۹

اپنے گروہ کے چھڑانے کیلئے اور طاعون سے نجات دلانے کیلئے یہ انتظام کریں کہ اپنے اُس خدا سے جس پر وُہ ایمان رکھتے ہیں یا اپنے کسی اَور معبود سے جس کو انہوں نے بجائے خدا سمجھ لیا ہے۔ ان مصیبت زدوں کی شفاعت کریں اور اس سے کوئی پختہ وعدہ لیکر اشتہارات کے ذریعہ سے شائع کر دیں جیسا کہ ہم نے یہ اشتہار شائع کر دیا ہے۔ اسمیں تو سراسر مخلوق کی بھلائی اور اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت ہے اور نیز گورنمنٹ کی مدد ہے۔ گورنمنٹ بجز اسکے کیا چاہتی ہے کہ اسکی رعایا طاعون کی بلا سے بچ جائے گو کسی طرح بچ جائے۔ بالآخر یاد رہے کہ ہم اِس اشتہار میں اپنی جماعت کو جو مختلف حصوں پنجاب اور ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے ٹیکا لگوانے سے منع نہیں کرتے۔ جن لوگوں کی نسبت گورنمنٹ کا قطعی حکم ہو اُن کو ضرور ٹیکا کرانا چاہیئے اور گورنمنٹ کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اور جنکو اپنی رضامندی پر چھوڑا گیا ہے اگر وہ اِس تعلیم پر پُورے قائم نہیں ہیں جو انکو دیگئی ہے تو انکو بھی ٹیکا کرانا مناسب ہے تا وہ ٹھوکر نہ کھاویں اور تا وہ اپنی خراب حالت کی وجہ سے خدا کے وعدہ کی نسبت لوگوں کو دھوکہ نہ دیں۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ وہ تعلیم کیا ہے جس کی پُوری پابندی طاعون کے حملہ سے بچا سکتی ہے۔ تو مَیں بطور مختصر چند سطریں نیچے لکھ دیتا ہوں۔

تعلیم

واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جبتک دل کی عزیمت سے اسپر پُورا پُورا عمل نہ ہو۔ پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وُہ اُس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جسکی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے مَیں اُسکو بچاؤنگا۔ اسجگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وُہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اِس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پَیروی کرتے ہیں میرے رُوحانی گھر میں داخل ہیں۔ پَیروی کرنے کیلئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ انکا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اُس کا بیٹا۔ وہ دُکھ اُٹھانے اور صلیب پر

چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے وہ ایسا ہے کہ باوجود دُور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دُور ہے۔ اور باوجود ایک ہونے کے اُسکی تجلیات الگ الگ ہیں۔ انسان کیطرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اسکے لئے وہ ایک نیا خدا بنجاتا ہے۔ اور ایک نئی تجلی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے۔ اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آجاتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمالِ تام رکھتا ہے۔ لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں۔ تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اُسپر ظاہر ہوتا ہے۔ اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑھ ہے۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اپنے کُل تعلقات پر اُسکو مقدم رکھو۔ اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اُس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ دُنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اُسکو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اُسکو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اُسکی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔ مگر تم اُس حالت میں اِس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اُسمیں کچھ جُدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اُسکی مرضی اور تمہاری خواہشیں اُسکی خواہشیں ہو جائیں۔ اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مُراد یابی اور نامرادی میں اُس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے جو اِس پر عمل کرے اور اُسکی رضا کا طالب ہو جائے اور اُسکی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھکر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اُسکی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اُسکے بندوں پر رحم کرو اور اُن پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بنجاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے

ص۱۱

بھیڑیے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اُسکی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ اُن کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خودنمائی سے اُنکی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خودپسندی سے اُنپر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ۔ اور دُنیا سے دل برداشتہ رہو۔ اور اُسی کے ہو جاؤ۔ اور اُسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اُسکے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی۔ اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دُنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دُھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جسپر پڑتی ہے اُسکی دونوں جہانوں میں بیخکنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اُس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اُس کو دھوکہ دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ۔ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرّہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دُور کر دیگی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خودپسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لیکر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے۔ کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جسکے بعد وہ تمہیں زندہ کریگا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائیگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو۔ اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کیلئے تم بلائے گئے ہو اُسمیں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے مُنہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ

ص۱۳

آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اُس کا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبّر اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اُسکے نام کیلئے غیرتمند نہیں اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کُتّوں یا چیونٹیوں یا گِدّوں کی طرح گرتے ہیں اور دُنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اُس سے دُور ہے۔ ہر ایک ناپاک دل اُس سے بیخبر ہے۔ وہ جو اُسکے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائیگا۔ وہ جو اُسکے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اُسکے لئے دُنیا سے توڑتا ہے وہ اُسکو ملیگا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بنجائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو۔ تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اُسکے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جاوے۔ دُنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے جنمیں سے ایک طاعون بھی ہے۔ سو تم خدا سے صدق کے ساتھ پنجہ مارو۔ تا وہ یہ بلائیں تم سے دُور رکھے۔ کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جبتک آسمان سے حکم نہ ہو۔ اور کوئی آفت دُور نہیں ہوتی جبتک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر اُنپر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے۔ اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا۔ اگر کوئی طاقت رکھے تو توکّل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔ اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دینگے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُنکو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔ نوع انسان کیلئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر **محمد مصطفٰے** صلّی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اسکے غیر کو اسپر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر

۱۳

تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وُہ چیز نہیں جو مَرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وُہ ہے کہ اِسی دُنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ **نجات یافتہ کون ہے؟** وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔ اور اسکے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اسکے افاضہ تشریعی اور رُوحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔ اور آخرکار اسکی رُوحانی فیض رسانی سے اِس **مسیح موعود** کو دُنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کیلئے ضروری تھا کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دُنیا ختم نہ ہو جبتک کہ محمدی سلسلہ کیلئے ایک مسیح رُوحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ[1]۔ موسیٰ نے وہ متاع پائی جسکو قرونِ اُولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائی جسکو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھکر۔ مثیلِ موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر۔ اور مثیلِ ابن مریم ابن مریم سے بڑھکر۔ اور وہ مسیح موعود نہ صرف مُدّت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا جیسا کہ مسیح ابن مریم موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا* بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا جبکہ مسلمانوں کا وہی حال تھا جیسا کہ مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا حال تھا۔ سو وہ مَیں ہی ہوں۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ نادان ہے وہ جو اُس سے لڑے۔ اور جاہل ہے وُہ جو اسکے مقابل پر یہ اعتراض کرے کہ یوں نہیں بلکہ یُوں چاہیئے تھا۔ اور اُس نے مجھے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ ازاں جملہ ایک طاعون بھی نشان ہے پس جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو اِن

مسلا

* یہودی اپنی تاریخ کی رُو سے بالاتفاق یہی مانتے ہیں کہ موسیٰ سے چودھویں صدی کے سر پر عیسیٰ ظاہر ہوا تھا۔ دیکھو یہودیوں کی تاریخ۔ منہ

[1] الفاتحۃ: ۶-۷

آفتوں کے دنوں میں میری روح اسکی شفاعت کریگی۔ سو اے وے تمام لوگو جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اُسوقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دیگا۔ سو تم اُسکو مت چھوڑو۔ اور ضرور ہے کہ تم دُکھ دئے جاؤ اور اپنی کئی اُمیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو۔ کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اُسکی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائیگا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائیگا اور حسرت سے مریگا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اُسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اُس شخص کو چن لیتا ہے جو اُسکو چنتا ہے۔ وہ اُسکے پاس آجاتا ہے جو اُسکے پاس جاتا ہے۔ جو اُسکو عزت دیتا ہے وہ بھی اس کو عزت دیتا ہے +

تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اُسکی طرف آجاؤ۔ کہ وہ تمہیں قبول کریگا۔ عقیدہ کے رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا

مشا

نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اسکے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جُدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جُدا ہے۔ پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں۔ جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا۔ یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وُہ مَیں ہی ہوں۔ اور اسمیں دوئی نہیں آئی۔ اور تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور کشمیر سری نگر محلہ خان یار* میں اُسکی قبر ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اس کے مرجانے کی خبر دی ہے اور اگر اس آیت کے اور معنے ہیں تو عیسیٰ بن مریم کی موت کی قرآن میں کہاں خبر ہے؟ مرنے کے متعلق جو آیتیں ہیں اگر وہ اور معنی رکھتی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں۔ تو گویا قرآن نے اسکے مرنے کا کہیں ذکر نہیں کیا کہ وہ کسی وقت مریگا بھی۔ خدا نے ہمارے نبی کے مرنے کی خبر دی۔ مگر سارے قرآن میں عیسیٰ کے مرنے کی خبر نہ دی۔ اسمیں کیا راز ہے؟ اور اگر کہو کہ عیسیٰ کے مرنے کی اس آیت میں خبر ہے کہ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ[1]※ سو یہ آیت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے مرچکے ہیں۔ غرض اگر آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے یہ معنے ہیں کہ مع جسم زندہ عیسیٰ کو آسمان پر اُٹھا لیا تو کیوں خدا نے ایسے شخص کی موت کا سارے قرآن میں ذکر نہیں کیا جس کی زندگی

* عیسائی محققوں نے اسی رائے کو ظاہر کیا ہے۔ دیکھو کتاب سوپر نیچرل ریلیجن صفحہ ۵۲۲۔ اگر تفصیل چاہتے ہو تو ہماری کتاب تحفہ گولڑویہ کا صفحہ ۱۳۹ دیکھ لو۔ منہ

※ اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر دُنیا میں نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اگر وہ دُنیا میں آنے والے ہوتے تو اس صورت میں یہ جواب حضرت عیسیٰ کا محض جھوٹ ٹھہرتا ہے کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔ جو شخص دوبارہ دنیا میں آیا اور چالیس برس رہا اور کروڑہا عیسائیوں کو دیکھا جو اُسکو خدا جانتے تھے اور صلیب کو توڑا اور تمام عیسائیوں کو مسلمان کیا وہ کیونکر قیامت کو جناب الٰہی میں یہ عذر کر سکتا ہے کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔ منہ

[1] المائدۃ: ۱۱۸

کے خیال نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا۔ گویا خدا نے اُسکو ہمیشہ کیلئے اسلئے زندہ رہنے دیا کہ تا لوگ مُشرک اور بیدین ہو جائیں اور گویا یہ لوگوں کی غلطی نہیں بلکہ خدا نے یہ سب کچھ خود کیا تا لوگوں کو گمراہ کرے۔ خُوب یاد رکھو کہ بجز موتِ مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آسکتی۔ سو اِس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تعلیم قرآن اُسکو زندہ سمجھا جائے۔ اُسکو مَرنے دو تا یہ دین زندہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے اپنے قول سے مسیح کی موت ظاہر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اُسکو مُردوں میں دیکھ لیا۔ اب بھی تم ماننے میں نہیں آتے۔ یہ کیسا ایمان ہے؟ کیا انسانوں کی روایتوں کو خدا کے کلام پر مقدم رکھتے ہو؟ یہ کیا دین ہے؟* اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گواہی دی کہ مَیں نے مُردہ رُوحوں میں عیسےٰ کو دیکھا بلکہ خود مر کر بھی ظاہر کر دیا کہ اِس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا۔ پس ہمارے مخالف جیسا کہ قرآن کو چھوڑتے ہیں ویسا ہی سُنّت کو بھی چھوڑتے ہیں۔ کیونکہ مرنا ہمارے نبیؐ کی سُنّت ہے۔ اگر عیسیٰ زندہ تھا تو مَرنے میں ہمارے رسولؐ کی بے عزّتی تھی۔ سو تم نہ اہلِ سُنّت ہو نہ اہلِ قرآن جبتک عیسیٰ کی مَوت کے قائل نہ ہو۔ اور مَیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کا منکر نہیں گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔ لیکن تاہم مَیں مسیح ابن مریم کی بہت عزّت کرتا ہوں۔ کیونکہ مَیں روحانیت کی رُو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کیلئے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا۔ اور محمدی سلسلہ میں مَیں مسیح موعود ہوں۔ سو مَیں اُس کی عزّت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں۔ اور مفسد اور مفتری ہے

ص۱۶

* نوٹ۔ قرآن شریف نے ایک آیت میں صریح کشمیر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسیح اور اسکی والدہ صلیب کے واقعہ کے بعد کشمیر کی طرف چلے گئے جیسا کہ فرماتا ہے وَاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ[1]۔ یعنی ہم نے عیسیٰ اور اسکی والدہ کو ایک ایسے ٹیلہ پر جگہ دی جو آرام کی جگہ تھی اور پانی صاف یعنی چشموں کا پانی وہاں تھا۔ سو اِس میں خدا تعالیٰ نے کشمیر کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اٰوٰی کا لفظ لغت عرب میں کسی مصیبت یا تکلیف سے پناہ دینے کے لئے آتا ہے اور صلیب سے پہلے عیسیٰ اور اسکی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گذرا جس سے پناہ دی جاتی۔ پس متعین ہوا کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ اور اسکی والدہ کو واقعہ صلیب کے بعد اُس ٹیلے پر پہنچایا تھا۔ منہ

[1] المومنون:۵۱

وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ مَیں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح مَیں تو اُسکے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں* کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ مَیں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں۔ اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگانِ قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر مَیں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اعتراض۔

ان سب باتوں کے بعد پھر مَیں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کریگا۔ دیکھو مَیں یہ کہہ کر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔ دُعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے اور قمار بازی سے۔ بدنظری سے

*حاشیہ:- یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی۔ چار بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ یہودا۔ یعقوب۔ شمعون۔ یوزس۔ اور دو بہنوں کے نام یہ تھے آسیا۔ لیدیا۔ دیکھو کتاب اپاسٹولک ریکارڈس مصنفہ پادری جان ایلن گائلز مطبوعہ لنڈن ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۶۔ منہ

اور خیانت سے۔ رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اُس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں اُنکی بات کو نہیں مانتا اور اُنکی تعہّدِ خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اسکے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اُس عہد کو جو اُس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کیلئے طیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب۔ ظالم۔ دروغگو۔ جعلساز اور انکا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانیوالا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں۔ تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اُس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے۔ کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے

ص۱۸

دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا انکو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا اُن کا۔ وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ دشمن جو اُن کا قصد کرے۔ کیونکہ وُہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا اُن کی حمایت میں۔ کون **خدا پر ایمان لایا؟** صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بیباک گنہگار اور بد باطن اور شریر النفس کے فکر میں ہے۔ کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا۔ جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اُس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو۔ بلکہ وہ انکے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائیگا وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کیلئے اُسکے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دُنیا چاہتی ہے کہ اُن کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن اُنپر دانت پیستا ہے۔ مگر وہ جو اُن کا دوست ہے۔ ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے انکو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں انکو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اُس خدا کا **دامن نہ چھوڑے**۔ ہم اسپر ایمان لائے۔ ہم نے اُسکو شناخت کیا۔ تمام دُنیا کا **وُہی خدا ہے** جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لئے زبردست **نشان** دکھلائے جس نے مجھے اِس زمانہ کیلئے **مسیح موعود** کر کے بھیجا۔ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ جو شخص اُسپر ایمان نہیں لاتا۔ وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔ ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی۔ ہم نے اُسے دیکھ لیا کہ دُنیا کا وُہی خدا ہے اسکے سوا کوئی نہیں۔ کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جسکو ہم نے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جسکو ہم نے دیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اسکے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔ مگر وُہی جو اُسکی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دُعا کرو تو اُن جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانونِ قدرت بنا بیٹھے ہیں جسپر خدا کی کتاب کی مُہر نہیں۔ کیونکہ وہ مردود ہیں اُنکی دُعائیں ہرگز قبول نہیں ہونگی۔ وہ اندھے ہیں نہ سوجاکھے۔ وہ مُردے ہیں نہ زندے۔ خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون

صفحہ ۱۹

پیش کرتے ہیں اور اُسکی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں اور اسکو کمزور سمجھتے ہیں۔ سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا جیسا کہ انکی حالت ہے۔ لیکن جب تُو دُعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہو کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دُعا منظور ہوگی اور تُو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں۔ اور ہماری گواہی رُویت سے ہے نہ بطور قصہ کے۔ اُس شخص کی دُعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اُسکو بڑی مشکلات کے وقت جو اُسکے نزدیک قانونِ قدرت کے مخالف ہیں۔ دُعا کرنے کا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا مگر اے سعید انسان! تُو ایسا مت کر۔ تیرا خدا وہ ہے جس نے بیشمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اُسپر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آجائیگا؟* بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی۔ ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اُسکے ہو گئے ہیں۔ وُہ غیروں پر جو اُسکی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اُسکے صادق و وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُسکو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! **اِس چشمہ کی طرف دوڑو۔**

---

* خدا کسی کام میں عاجز نہیں آتا۔ ہاں خدا کی کتاب نے دُعا کے بارہ میں یہ قانون پیش کیا ہے کہ وہ نہایت رحم سے نیک انسان کے ساتھ دوستوں کی طرح معاملہ کرتا ہے۔ یعنی کبھی تو اپنی مرضی کو چھوڑ کر اُسکی دعا سنتا ہے جیسا کہ خود فرمایا اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ[1]۔ اور کبھی اپنی مرضی ہی منوانا چاہتا ہے جیسا کہ فرمایا وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ[2] ایسا اِس لئے کرتا کبھی انسان کی دُعا کے موافق اس سے معاملہ کرکے یقین اور معرفت میں اسکو ترقی دے اور کبھی اپنی مرضی کے موافق کرکے اپنی رضا کی اس کو خلعت بخشے اور اُس کا مرتبہ بڑھا دے اور اُس سے محبت کرکے ہدایت کی راہوں میں اُس کو ترقی دیوے۔ منہ

[1] مومن: ۶۱ [2] بقرہ: ۱۵۶

کہ وہ تمہیں سیراب کریگا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا۔ مَیں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دِلوں میں بٹھادوں۔ کس دَف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں۔ اور کس دَوا سے مَیں علاج کروں تا سُننے کیلئے لوگوں کے کان کُھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اُسے دیکھے گا اور اُسکے منصوبے کو توڑیگا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دُنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے۔ پھر اگر تم کو اُس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دُنیا کے لئے ایسے بیخود کیوں ہوتے؟ خدا ایک پیارا خزانہ ہے اسکی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اسکے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں۔ اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی۔ اور جیسے گدھ اور کتے مُردار کھاتے ہیں انہوں نے مُردار پر دانت مارے۔ وہ خدا سے بہت دُور جا پڑے۔ انسانوں کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی روح اُنمیں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے۔ اُنکے اندر دُنیا پرستی کا جذام ہے جس نے اُنکے تمام اندرونی اعضاء کاٹ دیئے ہیں۔ پس تم اُس جذام سے ڈرو۔ مَیں تمہیں حدِ اعتدال تک رعایتِ اسباب سے منع نہیں کرتا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں کہ تم غیر قوموں کی طرح نرے اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اُس خدا کو فراموش کر دو جو اسباب کو بھی وہی مہیا کرتا ہے اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔ تم نہ ہاتھ لمبا کر سکتے ہو اور نہ اکٹھا کر سکتے ہو مگر اُسکے اِذن سے۔ ایک مُردہ اِس پر ہنسی کریگا۔ مگر کاش اگر وہ مرجاتا تو اِس ہنسی سے

اُس کیلئے بہتر تھا۔خبردار !!! تم غیر قوموں کو دیکھ کر اُنکی رِیس مت کرو کہ انہوں نے دُنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے۔ آؤ ہم بھی اُنہی کے قدم پر چلیں۔ سنو اور سمجھو کہ وہ اُس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بُلاتا ہے۔ اُن کا خدا کیا چیز ہے۔ صرف ایک عاجز انسان۔ اِس لئے وہ غفلت میں چھوڑے گئے۔ مَیں تمہیں دُنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا مگر تم اُن لوگوں کے پَیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دُنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے۔ چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دُنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہیئے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اُترتی ہے۔ تم راستباز اُسوقت بنوگے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل اسکے جو تم کوئی تدبیر کرو۔ اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔ تب رُوح القدس تمہاری مدد کریگی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائیگی۔ اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اور جو لوگ خدا سے بکلّی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گِر گئے ہیں۔ یہانتک کہ طاقت مانگنے کیلئے وہ منہ سے انشاءاللہ بھی نہیں نکالتے۔ اُنکے پَیرو مت بنجاؤ۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے۔ اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں ؟ نہیں بلکہ یکدفعہ گرینگی۔ اور احتمال ہے کہ اُن سے کئی خون بھی ہو جائیں۔ اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں۔ اگر تم اُس سے مدد نہیں مانگو گے اور اُس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوگی آخر بڑی حسرت سے مرو گے۔ یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں حالانکہ وہ اُس خدا کو جانتی بھی نہیں جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دُنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں۔ خدا کا امتحان کبھی اِس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اُسے چھوڑتا ہے اور دُنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دِل لگاتا ہے اور دُنیا کی دولتوں کا خواہشمند ہوتا ہے تو دُنیا کے دروازے اسپر کھولے

ص ۲۱

جاتے ہیں اور دین کے رُو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دُنیا کے خیالات میں ہی مرتا اور ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے۔ اور کبھی اِس رنگ میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ دُنیا سے بھی نامُراد رکھا جاتا ہی۔ مگر مؤخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں جیسا کہ پہلا۔ کیونکہ پہلے امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے بہرحال یہ دونوں فریق مغضوب علیہم ہیں۔ سچی خوشحالی کا سرچشمہ خدا ہی۔ پس چونکہ اُس حیّ وقیوم خدا سے یہ لوگ بیخبر ہیں بلکہ لاپرواہیں اور اس سے منہ پھیر رہے ہیں تو سچی خوشحالی اُنکو کہاں نصیب ہوسکتی ہی۔ مبارک ہو اُس انسان کو جو اِس راز کو سمجھ لے۔ اور ہلاک ہوگیا وہ شخص جس نے اِس راز کو نہیں سمجھا۔ اسی طرح تمہیں چاہیئے کہ اِس دنیا کے فلسفیوں کی پیروی مت کرو اور اُن کو عزّت کی نگہ سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیاں ہیں۔ سچا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنے کلام میں سکھلایا ہی۔ ہلاک ہوگئے وہ لوگ جو اِس دنیوی فلسفہ کے عاشق ہیں۔ اور کامیاب ہیں وہ لوگ جنہوں نے سچے علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب میں ڈھونڈا۔ نادانی کی راہیں کیوں اختیار کرتے ہو؟ کیا تم خدا کو وہ باتیں سکھلاؤ گے جو اُسے معلوم نہیں؟ کیا تم اندھوں کے پیچھے دوڑتے ہو کہ وہ تمہیں راہ دکھلاویں؟ اے نادانو! وہ جو خود اندھا ہی وہ تمہیں کیا راہ دکھائیگا؟ بلکہ سچا فلسفہ روح القدس سے حاصل ہوتا ہی۔ جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہی۔ تم رُوح کے وسیلہ سے اُن پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے جن تک غیروں کی رسائی نہیں۔ اگر صدق سے مانگو تو آخر تم اُسے پاؤ گے۔ تب سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہی اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہی۔ وُہ جو خود مُردار خوار ہے وہ کہاں سے تمہارے لئے پاک غذا لائیگا؟ وُہ جو خود اندھا ہے وہ کیونکر تمہیں دکھا دیگا؟ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے۔ پس تم زمینی لوگوں سے کیا ڈھونڈتے ہو۔ جن کی رُوحیں آسمان کی طرف جاتی ہیں وہی حکمت کے وارث ہیں۔ جنکو خود تسلّی نہیں وہ کیونکر تمہیں تسلّی دے سکتے ہیں۔ مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہی۔ پہلے صدق وصفا ضروری ہی۔ پھر بعد اسکے یہ سب کچھ تمہیں ملیگا۔ یہ خیال مت کرو کہ خدا کی وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔* اور

۳۲

* قرآن شریف پر شریعت ختم ہوگئی مگر وحی ختم نہیں ہوئی کیونکہ وہ سچے دین کی جان ہے۔ جس دین میں وحی الٰہی کا سلسلہ جاری نہیں وہ دین مردہ ہے اور خدا اُس کے ساتھ نہیں۔ منہ

رُوح القدس اب اُتر نہیں سکتا بلکہ پہلے زمانوں میں ہی اُتر چکا۔ اور مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر رُوح القدس کے اُترنے کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا تم اپنے دلوں کے دروازے کھول دو تا وہ اُنمیں داخل ہو۔ تم اُس آفتاب سے خود اپنے تئیں دُور ڈالتے ہو جبکہ اُس شعاع کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان اُٹھ اور اُس کھڑکی کو کھول دے۔ تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائیگا۔ جبکہ خدا نے دُنیا کے فیضوں کی راہیں اس زمانہ میں تم پر بند نہیں کیں بلکہ زیادہ کیں۔ تو کیا تمہارا ظن ہے کہ آسمان کے فیوض کی راہیں جنکی اسوقت تمہیں بہت ضرورت تھی وہ تم پر اُس نے بند کر دی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ بہت صفائی سے وہ دروازہ کھولا گیا ہے۔ اب جبکہ خدا نے اپنی تعلیم کے موافق جو سورہ فاتحہ میں سکھلائی گئی گذشتہ تمام نعمتوں کا تم پر دروازہ کھول دیا ہے تو تم کیوں انکے لینے سے انکار کرتے ہو؟ اُس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آجائیگا۔ اس دُودھ کیلئے تم بچوں کی طرح رونا شروع کرو کہ دُودھ پستان سے خود بخود اُتر آئیگا۔ رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے۔ اضطراب دکھلاؤ تا تسلّی پاؤ۔ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے۔ کیا ہی دشوار گذار وُہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے۔ پر اُن کیلئے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اِس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں۔ وُہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے۔ ہم اس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے۔ پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں۔ پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے۔ یہی ہے جو خدا نے فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا الخ یعنی اے بُرو اور اے نیکو! تم میں سے کوئی بھی نہیں جو جہنّم کی آگ پر گذر نہ کرے۔ مگر وہ جو خدا کیلئے اُس آگ میں پڑتے ہیں وہ نجات دئے جائیں گے لیکن وہ جو اپنے نفس امّارہ کیلئے آگ پر چلتا ہے وہ آگ اُسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کیلئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں۔ اور بد بخت وہ جو اپنے نفس کیلئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اُس سے موافقت نہیں کرتے۔ جو شخص اپنے نفس کیلئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا

۲۳ص

۱ مریم: ۷۲

ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کیلئے پکڑے نہ جاؤ۔ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا بھی قابلِ پاداش ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور کارِ عمر ناپیدا۔ تیز قدم اُٹھاؤ کہ شام نزدیک ہے جو کچھ پیش کرنا ہے وُہ بار بار دیکھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیان کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔

مَیں نے سُنا ہے کہ بعض تم میں سے حدیث کو بکلی نہیں مانتے۔ اگر وُہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی کرتے ہیں۔ مَیں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو۔ بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے اوّل قرآن ہے ٭ جس میں خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے اور جسمیں اُن اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ میں تھے۔ جیسا کہ یہ اختلاف اور غلطی کہ عیسیٰ بن مریم صلیب کے ذریعہ قتل کیا گیا اور وہ لعنتی ہوا۔ اور دُوسرے نبیوں کی طرح اُس کا رفع نہیں ہوا۔ اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت کرو۔ نہ انسان کی نہ حیوان کی۔ نہ سُورج کی نہ چاند کی اور نہ کسی اور ستارہ کی۔ اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔ سو تم ہوشیار رہو۔ اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اُٹھاؤ۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سَو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حُکم کو بھی ٹالتا ہے وُہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اسکے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے

٭ دُوسرا ذریعہ ہدایت کا سُنّت ہے یعنی وُہ پاک نمونے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل اور عمل سے دکھلائے مثلاً نماز پڑھ کے دکھلائی کہ یوں نماز چاہیئے۔ اور روزہ رکھ کر دکھلایا کہ یُوں روزہ چاہیئے۔ اِس کا نام سُنّت ہے یعنی روش نبویؐ جو خدا کے قول کو فعل کے رنگ میں دکھلاتے رہے۔ سُنّت اِسی کا نام ہے۔ تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے جو آپ کے بعد آپکے اقوال جمع کئے گئے۔ اور حدیث کا رتبہ قرآن اور سُنّت سے کمتر ہے کیونکہ اکثر حدیثیں ظنّی ہیں۔ لیکن اگر ساتھ سُنّت ہو تو وُہ اُسکو یقینی کر دیگی۔ منہ

مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دیجاتی تو بعض فرقے اُنکے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دُنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کا لانے والا وہ رُوح القدس تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا جو ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جس کو بلّی بھی پکڑ سکتی ہے۔ اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے میں پڑتے گئے اور رُوحانیت اُن میں باقی نہ رہی۔ کیونکہ تمام اُنکے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا۔ مگر قرآن کا رُوح القدس اس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لیکر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض و سماء کو بھر دیا تھا۔ پس کجا وہ کبوتر اور کجا یہ تجلّی عظیم جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔ قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دُعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ[1] یعنی ہمیں اپنی اُن نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے۔ پس اپنی ہمّتیں بلند کرلو اور قرآن کی دعوت کو ردّ مت کرو۔ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں۔ کیا اُس نے بنی اسرائیل کا

۲۵

[1] الفاتحۃ: ۶-۷

مُلک اور بنی اسرائیل کا بیت المقدس تمہیں عطا نہیں کیا۔ جو آجتک تمہارے قبضہ میں ہے۔ پس اے سُست اعتقادو اور کمزور ہمتو! کیا تمہیں یہ خیال ہے کہ تمہارے خدا نے جسمانی طور پر تو بنی اسرائیل کے تمام املاک کا تمہیں قائم مقام کر دیا۔ مگر رُوحانی طور پر تمہیں قائم مقام نہ کر سکا بلکہ خدا کا تمہاری نسبت اُن سے زیادہ فیض رسانی کا ارادہ ہے۔ خدا نے اُنکے رُوحانی جسمانی متاع و مال کا تمہیں وارث بنایا۔ مگر تمہارا وارث کوئی دُوسرا نہ ہوگا جبتک کہ قیامت آجاوے۔ خدا تمہیں نعمت وحی اور الہام اور مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ سے ہرگز محروم نہیں رکھے گا۔ وُہ تم پر وُہ سب نعمتیں پوری کریگا جو پہلوں کو دی گئیں لیکن جو شخص گستاخی کی راہ سے خدا پر جھوٹ باندھے گا اور کہیگا۔ کہ خدا کی وحی میرے پر نازل ہوئی حالانکہ نہیں نازل ہوئی۔ اور یا کہیگا کہ مجھے شرف مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کا نصیب ہُوا حالانکہ نصیب نہیں ہُوا۔ تو مَیں خدا اور اُسکے ملائکہ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ وہ ہلاک کیا جائیگا۔ کیونکہ اُس نے اپنے خالق پر جھوٹ باندھا اور فریب کیا اور سخت بیباکی اور شوخی ظاہر کی۔ سو تم اس مقام میں ڈرو۔ لعنت ہے اُن لوگوں پر جو جھوٹی خوابیں بناتے ہیں اور جھوٹے مکالمات اور مخاطبات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ گویا وُہ دِل میں خیال کرتے ہیں کہ خدا نہیں۔ پر خدا کا عقاب اُنکو سخت پکڑے گا۔ اور اُنکا بُرا دِن اُن سے ٹل نہیں سکتا سو تم صدق اور راستی اور تقویٰ اور محبّت ذاتیہ الٰہیہ میں ترقی کرو۔ اور اپنا کام یہی سمجھو جبتک زندگی ہے۔ پھر خدا تم میں سے جسکی نسبت چاہیگا اُسکو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے بھی مشرف کریگا۔ تمہیں ایسی تمنا بھی نہیں چاہیئے۔ تا نفسانی تمنا کی وجہ سے سلسلہ شیطانیہ شروع نہ ہو جائے جس سے کئی لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں پس تم خدمت اور عبادت میں لگے رہو۔ تمہاری تمام کوشش اسی میں مصروف ہونی چاہیئے کہ تم خدا کے تمام احکام کے پابند ہو جاؤ اور یقین میں ترقی چاہو۔ نجات کے لئے نہ الہام نمائی کے لئے۔ قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بکلّی پرہیز کرو کہ مشرک سرچشمۂ نجات سے بے نصیب ہے۔ تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصّۂ شرک ہے۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ صرف بدنظری اور

صـ ۲۶

شہوت کے خیال سے نامحرم عورتوں کو مت دیکھو اور بجز اس کے دیکھنا حلال۔ بلکہ وُہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ دیکھ نہ بد نظری سے اور نہ نیک نظری سے کہ یہ سب تمہارے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے۔ بلکہ چاہیئے کہ نامحرم کے مقابلہ کے وقت تیری آنکھ خوابیدہ ہے۔ تجھے اُسکی صُورت کی کچھ خبر نہ ہو مگر اسی قدر جیسا کہ ایک دھندلی نظر سے ابتداء نزول الماء میں انسان دیکھتا ہے۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اتنی شراب مت پیو کہ مست ہو جاؤ۔ بلکہ وُہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی۔ ورنہ تجھے خدا کی راہ نہیں ملے گی اور خدا تجھ سے ہمکلام نہیں ہوگا اور نہ پلیدیوں سے پاک کرے گا۔ اور وُہ کہتا ہے کہ یہ شیطان کی ایجاد ہے۔ تم اِس سے بچو۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح فقط یہ نہیں کہتا کہ اپنے بھائی پر بے سبب غصّہ مت ہو۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف اپنے ہی غصّہ کو تھام بلکہ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ پر عمل بھی کر اور دُوسروں کو بھی کہتا رہ کہ ایسا کریں۔ اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کیلئے اپنے تمام بھائیوں کو وصیّت بھی کر۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ بجز زنا کے اپنی بیوی کی ہر ایک ناپاکی پر صبر کرو اور طلاق مت دو۔ بلکہ وُہ کہتا ہے کہ اَلطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ[1] قرآن کا یہ منشا ہے کہ ناپاک پاک کے ساتھ رہ نہیں سکتا پس اگر تیری بیوی زنا تو نہیں کرتی مگر شہوت کی نظر سے غیر لوگوں کو دیکھتی ہے اور اُن سے بغل گیر ہوتی ہے اور زنا کے مقدمات اس سے صادر ہوتے ہیں گو ابھی تکمیل نہیں ہوئی اور غیر کو اپنی برہنگی دکھلا دیتی ہے اور مشرکہ اور مفسدہ ہے اور جس پاک خدا پر تُو ایمان رکھتا ہے اُس سے وُہ بیزار ہے۔ تو اگر وُہ باز نہ آوے تو تُو اُسے طلاق دے سکتا ہے کیونکہ وُہ اپنے اعمال میں تجھ سے علیحدہ ہو گئی۔ اب تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں رہی پس تیرے لئے اب جائز نہیں ہے کہ تُو دیّوثی سے اسکے ساتھ بسر کرے کیونکہ اب وہ تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں ایک گندہ اور متعفن عضو ہے جو کاٹنے کے لائق ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ باقی عضو کو بھی گندہ کر دے اور تُو مر جاوے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کھا۔ بلکہ بیہودہ قسموں سے تمہیں روکتا ہے۔ کیونکہ بعض صورتوں میں قسم فیصلہ کے لئے ایک ذریعہ ہے۔ اور خدا کسی ذریعہ ثبوت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس سے اسکی حکمت تلف ہوتی ہے۔ یہ طبعی امر ہے کہ

[1] النور: ۲۷

جب کوئی انسان ایک متنازعہ فیہ امر میں گواہی نہ دے۔ تب فیصلہ کیلئے خدائی گواہی کی ضرورت ہے اور قسم خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ اور قرآن نہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک جگہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ وہ کہتا ہے جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ[1] یعنی بدی کا بدلہ اُسی قدر بدی ہے جو کی گئی۔ لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی۔ تو خدا اس سے راضی ہے۔ اور اسے اس کا بدلہ دے گا۔ پس قرآن کے رُو سے نہ ہر ایک جگہ انتقام محمود ہے اور نہ ہر ایک جگہ عفو قابلِ تعریف ہے۔ بلکہ محل شناسی کرنی چاہیئے۔ اور چاہیئے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بپابندی محل اور مصلحت ہو۔ نہ بے قیدی کے رنگ میں۔ یہی قرآن کا مطلب ہے۔ اور قرآن انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہیئے کہ نفسانی رنگ میں تیرا کوئی بھی دشمن نہ ہو اور تیری ہمدردی ہر ایک کے لئے عام ہو۔ مگر جو تیرے خدا کا دشمن۔ تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن ہے وہی تیرا دشمن ہوگا سو تو ایسوں کو بھی دعوت اور دُعا سے محروم نہ رکھ۔ اور چاہیئے کہ تو اُنکے اعمال سے دشمنی رکھے نہ اُنکی ذات سے۔ اور کوشش کرے کہ وُہ درست ہو جائیں۔ اور اس بارے میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى[2] یعنے خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اُن سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی۔ پھر اس سے بڑھکر یہ ہے کہ تم مخلوقِ خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم اُن کے حقیقی رشتہ دار ہو۔ جیسا کہ مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں۔ کیونکہ احسان میں ایک خود نمائی کا مادہ بھی مخفی ہوتا ہے۔ اور احسان کرنے والا کبھی اپنے احسان کو جتلا بھی دیتا ہے لیکن وہ جو ماں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرتا ہے۔ وہ کبھی خود نمائی نہیں کر سکتا۔ پس آخری درجہ نیکیوں کا طبعی جوش ہے جو ماں کی طرح ہو۔ اور یہ آیت نہ صرف مخلوق کے متعلق ہے بلکہ خدا کے متعلق بھی ہے۔ خدا سے عدل یہ ہے کہ اسکی نعمتوں کو یاد کر کے اُسکی فرمانبرداری کرنا۔ اور خدا سے احسان یہ ہے کہ اُسکی ذات پر ایسا یقین کر لینا کہ گویا

(حاشیہ: ۲۸)

[1] شوریٰ: ۴۱ [2] سورہ النحل: ۹۱

اُس کو دیکھ رہا ہے۔ اور خدا سے ایتاءِ ذی القربیٰ یہ ہے کہ اسکی عبادت نہ تو بہشت کے طمع سے ہو۔ اور نہ دوزخ کے خوف سے۔ بلکہ اگر فرض کیا جائے کہ نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے۔ تب بھی جوشِ محبت اور اطاعت میں فرق نہ آوے۔ اور انجیل میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ تم پر لعنت کریں۔ اُن کے لئے برکت چاہو۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ تم اپنی خودی سے کچھ بھی نہ کرو۔ تم اپنے دل سے جو خدا کی تجلیات کا گھر ہے فتویٰ پوچھو کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا معاملہ چاہیئے۔ پس اگر خدا تمہارے دل میں ڈالے کہ یہ لعنت کرنیوالا قابلِ رحم ہے اور آسمان میں اس پر لعنت نہیں تو تم بھی لعنت نہ کرو۔ تا خدا کے مخالف نہ ٹھہرو۔ لیکن اگر تمہارا کانشنس اسکو معذور نہیں ٹھہراتا اور تمہارے دل میں ڈالا گیا ہے کہ آسمان پر اس شخص پر لعنت ہے تو تم اُس کیلئے برکت نہ چاہو جیسا کہ شیطان کے لئے کسی نبی نے برکت نہیں چاہی اور کسی نبی نے اسکو لعنت سے آزاد نہیں کیا۔ مگر کسی کی نسبت لعنت میں جلدی نہ کرو۔ کہ بہتیری بدظنیاں جھوٹی ہیں اور بہتیری لعنتیں اپنے ہی پر پڑتی ہیں۔ سنبھل کر قدم رکھو اور خوب پڑتال کر کے کوئی کام کرو اور خدا سے مدد مانگو کیونکہ تم اندھے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ عادل کو ظالم ٹھیراؤ۔ اور صادق کو کاذب خیال کرو۔ اِس طرح تم اپنے خدا کو ناراض کر دو۔ اور تمہارے سب نیک اعمال حبط ہو جاویں۔

ط۲۹

ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے نیک کاموں کو لوگوں کے سامنے دکھلانے کے لئے نہ کرو۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگوں سے چھپاؤ۔ بلکہ تم حسب مصلحت بعض اپنے نیک اعمال پوشیدہ طور پر بجالاؤ۔ جبکہ تم دیکھو کہ پوشیدہ کرنا تمہارے نفس کیلئے بہتر ہے۔ اور بعض اعمال دکھلا کر بھی کرو جبکہ تم دیکھو کہ دکھلانے میں عام لوگوں کی بھلائی ہے تا تمہیں دو بدلے ملیں۔ اور تا کمزور لوگ جو ایک نیکی کے کام پر جرأت نہیں کر سکتے۔ وہ بھی تمہاری پیروی سے اس نیک کام کو کر لیں۔ غرض خدا نے جو اپنے کلام میں فرمایا۔ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یعنی پوشیدہ بھی خیرات کرو اور دکھلا دکھلا کر بھی۔ ان احکام کی حکمت اُس نے خود فرما دی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف قول سے لوگوں کو سمجھاؤ بلکہ فعل سے بھی تحریک کرو۔ کیونکہ

ہر ایک جگہ قول اثر نہیں کرتا۔ بلکہ اکثر جگہ نمونہ کا بہت اثر ہوتا ہے۔
ایسا ہی انجیل میں ہے کہ جب تو دُعا مانگے۔ تو اپنی کوٹھڑی میں جا۔ مگر قرآن سکھاتا ہو کہ اپنی دُعا کو ہر ایک موقعہ پر پوشیدہ مت کرو۔ بلکہ تم لوگوں کے رُوبرو اور اپنے بھائیوں کے مجمع کے ساتھ بھی کُھلی کُھلی طور پر دُعا کیا کرو۔ تا اگر کوئی دُعا منظور ہو تو اس مجمع کیلئے ایمان کی ترقی کا موجب ہو۔ اور تا دُوسرے لوگ بھی دُعا میں رغبت کریں۔
ایسا ہی انجیل میں ہے کہ تم اس طرح دُعا کرو۔ کہ اے ہمارے باپ کہ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔ تیری بادشاہت آوے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پہ ہے زمین پر آوے۔ ہماری روزانہ روٹی آج ہمیں بخش۔ اور جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشتے ہیں تو اپنے قرض کو ہمیں بخش دے۔ اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال بلکہ بُرائی سے بچا۔ کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ یہ نہیں کہ زمین تقدیس سے خالی ہو بلکہ زمین پر بھی خدا کی تقدیس ہو رہی ہے۔ نہ صرف آسمان پر جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ[1]۔ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ[2]۔ یعنی ذرہ ذرہ زمین کا اور آسمان کا خدا کی تحمید اور تقدیس کر رہا ہے اور جو کچھ ان میں ہے وہ تحمید اور تقدیس میں مشغول ہے۔ پہاڑ اُسکے ذکر میں مشغول ہیں۔ دریا اُسکے ذکر میں مشغول ہیں۔ درخت اُسکے ذکر میں مشغول ہیں اور بہت سے راستباز اُسکے ذکر میں مشغول ہیں۔ اور جو شخص دل اور زبان کے ساتھ اُسکے ذکر میں مشغول نہیں اور خدا کے آگے فروتنی نہیں کرتا۔ اُس سے طرح طرح کے شکنجوں اور عذابوں سے قضاء و قدرِ الٰہی فروتنی کرا رہی ہے۔ اور جو کچھ فرشتوں کے بارے میں خدا کی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ نہایت درجہ اطاعت کر رہے ہیں۔ یہی تعریف زمین کے پات پات اور ذرہ ذرہ کی نسبت قرآن شریف میں موجود ہے کہ ہر ایک چیز اُسکی اطاعت کر رہی ہے۔ ایک پتہ بھی بجز اُسکے امر کے گر نہیں سکتا اور بجز اُسکے حکم کے نہ کوئی دوا شفا دے سکتی ہو اور نہ کوئی غذا موافق ہو سکتی ہو۔ اور ہر ایک چیز غایت درجہ کے تذلل اور عبودیت سے خدا کے آستانہ پر گری ہوئی ہے اور اُس کی فرمانبرداری میں مستغرق ہے۔

منہ ۳

[1] سورۃ بنی اسرائیل: ۴۵ [2] سورۃ جمعہ: ۲

پہاڑوں اور زمین کا ذرہ ذرہ اور دریاؤں اور سمندروں کا قطرہ قطرہ اور درختوں اور بوٹیوں کا پات پات اور ہر ایک جزو اُن کا اور انسان اور حیوانات کے کُل ذرات خدا کو پہچانتے ہیں اور اُسکی اطاعت کرتے ہیں اور اُسکی تحمید و تقدیس میں مشغول ہیں۔ اِسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ[1] یعنی جیسے آسمان پر ہر ایک چیز خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہی ہے ویسے زمین پر بھی ہر ایک چیز اُسکی تسبیح و تقدیس کرتی ہے پس کیا زمین پر خدا کی تحمید و تقدیس نہیں ہوتی۔ ایسا کلمہ ایک کامل عارف کے مُنہ سے نہیں نکل سکتا۔ بلکہ زمین کی چیزوں میں سے کوئی چیز تو شریعت کے احکام کی اطاعت کر رہی ہے اور کوئی چیز قضاء و قدر کے احکام کے تابع ہے۔ اور کوئی دونوں کی اطاعت میں کمر بستہ ہے۔ کیا بادل کیا ہوا کیا آگ کیا زمین سب خدا کی اطاعت اور تقدیس میں محو ہیں۔ اگر کوئی انسان الٰہی شریعت کے احکام کا سرکش ہے تو الٰہی قضاء و قدر کے حکم کا تابع ہے۔ ان دونوں حکومتوں سے باہر کوئی نہیں کسی نہ کسی آسمانی حکومت کا جُوا ہر ایک کی گردن پر ہے۔ ہاں البتہ انسانی دلوں کی صلاح اور فساد کے لحاظ سے غفلت اور ذکرِ الٰہی نوبت بہ نوبت زمین پر اپنا غلبہ کرتے ہیں۔ مگر بغیر خدا کی حکمت اور مصلحت کے یہ مدّ و جزر خود بخود نہیں۔ خدا نے چاہا کہ زمین میں ایسا ہو سو ہو گیا۔ سو ہدایت اور ضلالت کا دَور بھی دن رات کے دَور کی طرح خدا کے قانون اور اذن کے موافق چل رہا ہے نہ خود بخود۔ باوجود اسکے ہر ایک چیز اُسکی آواز سُنتی ہے اور اُسکی پاکی یاد کرتی ہے۔ مگر انجیل کہتی ہے کہ زمین خدا کی تقدیس سے خالی ہے؛ اِس کا سبب اس انجیلی دُعا کے اگلے فقرہ میں بطور اشارہ بیان کیا گیا ہے۔ اور وُہ یہ کہ ابھی اُس میں خدا کی بادشاہت نہیں آئی۔ اِس لئے حکومت نہ ہونے کیوجہ سے نہ کسی اور وجہ خدا کی مرضی ایسے طور سے زمین پر نافذ نہیں ہو سکی جیسا کہ آسمان پر نافذ ہے۔ مگر قرآن کی تعلیم سراسر اسکے برخلاف ہے۔ وہ تو صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ کوئی چور۔ خونی۔ زانی۔ کافر۔ فاسق۔ سرکش۔ جرائم پیشہ کسی قسم کی بدی زمین پر نہیں کر سکتا جب تک کہ آسمان پر سے اُسکو اختیار نہ دیا جائے۔ پس کیونکر کہا جائے کہ آسمانی بادشاہت زمین پر نہیں۔ کیا کوئی مخالف

صفحہ ۲۱

[1] سورۃ جمعہ: ۲

قبضہ زمین پر خدا کے احکام کے جاری ہونے سے مزاحم ہے۔ سبحان اللہ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ خدا نے خود آسمان پر فرشتوں کے لئے جُدا قانون بنایا۔ اور زمین پر انسانوں کے لئے جُدا۔ اور خدا نے اپنی آسمانی بادشاہت میں فرشتوں کو کوئی اختیار نہیں دیا۔ بلکہ اُن کی فطرت میں ہی اطاعت کا مادہ رکھ دیا ہے وُہ مخالفت کر ہی نہیں سکتے اور سہو و نسیان اُن پر وارد نہیں ہوسکتا۔ لیکن انسانی فطرت کو قبول و عدم قبول کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور چونکہ یہ اختیار اُوپر سے دیا گیا ہے۔ اِس لئے نہیں کہہ سکتے کہ فاسق انسان کے وجود سے خدا کی بادشاہت زمین سے جاتی رہی۔ بلکہ ہر رنگ میں خدا کی ہی بادشاہت ہے۔ ہاں صرف قانون دو ہیں۔ ایک آسمانی فرشتوں کیلئے قضا و قدر کا قانون ہے کہ وُہ بدی کر ہی نہیں سکتے۔ اور ایک زمین پر انسانوں کے لئے خدا کے قضا و قدر کے متعلق ہے۔ اور وہ یہ کہ آسمان سے اُن کو بدی کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ مگر جب خدا سے طاقت طلب کریں یعنی استغفار کریں۔ تو رُوح القدس کی تائید سے اُن کی کمزوری دُور ہوسکتی ہے۔ اور وُہ گناہ کے ارتکاب سے بچ سکتے ہیں۔ جیسا کہ خدا کے نبی اور رسول بچتے ہیں۔ اور اگر ایسے لوگ ہیں کہ گنہگار ہو چکے ہیں تو استغفار اُنکو یہ فائدہ پہنچاتا ہے کہ گناہ کے نتائج سے یعنی عذاب سے بچائے جاتے ہیں۔ کیونکہ نور کے آنے سے ظلمت باقی نہیں رہ سکتی۔ اور جرائم پیشہ جو استغفار نہیں کرتے یعنی خدا سے طاقت نہیں مانگتے۔ وُہ اپنے جرائم کی سزا پاتے رہتے ہیں۔ دیکھو آجکل طاعون بھی بطور سزا کے زمین پر اُتری ہے اور خدا کے سرکش اُس سے ہلاک ہوتے جاتے ہیں۔ پھر کیونکر کہا جائے کہ خُدا کی بادشاہت زمین پر نہیں۔ یہ خیال مت کرو کہ اگر زمین پر خدا کی بادشاہت ہے تو پھر لوگوں سے جرائم کیوں ظہور میں آتے ہیں کیونکہ جرائم بھی خدا کے قانون قضاء و قدر کے نیچے ہیں۔ سو اگرچہ وہ لوگ قانونِ شریعت سے باہر ہو جاتے ہیں۔ مگر قانونِ تکوین یعنے قضاء و قدر سے وہ باہر نہیں ہوسکتے۔ پس کیونکر کہا جائے کہ جرائم پیشہ لوگ الٰہی سلطنت کا جُوا اپنی گردن پر نہیں رکھتے۔ دیکھو اس مُلک برٹش انڈیا میں چوریاں

۳۲

بھی ہوتی ہیں۔ خون بھی ہوتے ہیں۔ زناکار اور خائن اور مرتشی وغیرہ ہر یک قسم کے جرائم پیشہ بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر نہیں کہہ سکتے کہ اِس مُلک میں سرکار انگریزی کا راج نہیں۔ کیونکہ راج تو ہے مگر گورنمنٹ نے عمداً ایسے سخت قانون کو مناسب نہیں سمجھا جسکی دہشت سے لوگوں پر زندگی مشکل ہو جائے۔ ورنہ اگر گورنمنٹ تمام جرائم پیشہ کو ایک تکلیف دہ زندان میں رکھ کر انکو جرائم سے روکنا چاہے تو بہت آسانی سے وہ رُک سکتے ہیں۔ یا اگر قانون میں سخت سزائیں رکھی جائیں تو ان جرائم کا انسداد ہو سکتا ہے۔ پس تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ جس قدر اِس مُلک میں شراب پی جاتی ہے۔ فاحشہ عورتیں بڑھتی جاتی ہیں۔ چوری اور خون کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ گورنمنٹ انگریزی کا یہاں راج نہیں۔ بلکہ گورنمنٹ کے قانون کی نرمی نے جرائم میں کثرت پیدا کردی ہے۔ نہ یہ کہ گورنمنٹ انگریزی اِس جگہ سے اُٹھ گئی ہے۔ بلکہ سلطنت کا اختیار ہے کہ قانون کو سخت کرکے اور سنگین سزائیں مقرر کرکے ارتکاب جرائم سے روک دے۔ جبکہ انسانی سلطنت کا یہ حال ہے کہ جو الٰہی سلطنت کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہیں۔ تو الٰہی سلطنت کس قدر اقتدار اور اختیار رکھتی ہے۔ اگر خدا کا قانون ابھی سخت ہو جائے اور ہر یک زنا کرنیوالے پر بجلی گرے۔ اور ہر یک چور کو یہ بیماری پیدا ہو کہ ہاتھ گل سڑ کر گر جائیں۔ اور ہر یک سرکش خدا کا منکر اُس کے دین کا منکر طاعون سے مرے۔ تو ایک ہفتہ گذرنے سے پہلے ہی تمام دُنیا راستبازی اور نیک بختی کی چادر پہن سکتی ہے۔ پس خدا کی زمین پر بادشاہت تو ہے۔ لیکن آسمانی قانون کی نرمی نے اِس قدر آزادی دے رکھی ہے کہ جرائم پیشہ جلدی نہیں پکڑے جاتے۔ ہاں سزائیں بھی ملتی رہتی ہیں۔ زلزلے آتے ہیں۔ بجلیاں گرتی ہیں۔ کوہ آتش فشاں آتشبازی کی طرح مشتعل ہوکر ہزاروں جانوں کا نقصان کرتے جاتے ہیں۔ جہاز غرق ہوتے ہیں۔ ریل گاڑیوں کے ذریعہ سے صدہا جانیں تلف ہوتی ہیں۔ طوفان آتے ہیں۔ مکانات گرتے ہیں۔ سانپ کاٹتے ہیں۔ درندے پھاڑتے ہیں۔ وبائیں پڑتی ہیں اور فنا کرنے کا نہ ایک دروازہ بلکہ ہزارہا

۴۴

دروازے کھلے ہیں جو مجرمین کی پاداش کیلئے خدا کے قانونِ قدرت نے مقرر کر رکھے ہیں۔ پھر کیونکر کہا جائے کہ خدا کی زمین پر بادشاہت نہیں۔ سچ یہی ہے کہ بادشاہت تو ہے۔ ہر یک مجرم کے ہاتھ میں ہتکڑیاں پڑی ہیں اور پاؤں میں زنجیر ہیں۔ مگر حکمت الٰہی نے اسقدر اپنے قانون کو نرم کر دیا ہے کہ وہ ہتکڑیاں اور وہ زنجیریں فی الفور اپنا اثر نہیں دکھاتی ہیں۔ اور آخر اگر انسان باز نہ آوے تو دائمی جہنم تک پہنچاتی ہیں اور اُس عذاب میں ڈالتی ہیں جس سے ایک مجرم نہ زندہ رہے اور نہ مرے۔ غرض قانون دو ہیں۔ ایک وہ قانون جو فرشتوں کے متعلق ہے یعنی یہ کہ وہ محض اطاعت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور اُنکی اطاعت محض فطرت روشن کا ایک خاصہ ہے۔ وہ گناہ نہیں کر سکتے۔ مگر نیکی میں ترقی بھی نہیں کر سکتے (۲) دُوسرا قانون وہ ہے جو انسانوں کے متعلق ہے یعنی یہ کہ انسانوں کی فطرت میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ گنہ کر سکتے ہیں مگر نیکی میں ترقی بھی کر سکتے ہیں۔ یہ دونوں فطرتی قانون غیر متبدل ہیں۔ اور جیسا کہ فرشتہ انسان نہیں بن سکتا۔ ایسا ہی انسان بھی فرشتہ نہیں ہو سکتا ہے یہ دونوں قانون بدل نہیں سکتے ازلی اور اٹل ہیں۔ اسلئے آسمان کا قانون زمین پر نہیں آسکتا۔ اور نہ زمین کا قانون فرشتوں کے متعلق ہو سکتا ہے۔ انسانی خطا کاریاں اگر توبہ کے ساتھ ختم ہوں تو وہ انسان کو فرشتوں سے بہت اچھا بنا سکتی ہیں۔ کیونکہ فرشتوں میں ترقی کا مادہ نہیں۔ انسان کے گناہ توبہ سے بخشے جاتے ہیں۔ اور حکمتِ الٰہی نے بعض افراد میں سلسلہ خطا کاریوں کا باقی رکھا ہے تا وُہ گناہ کر کے اپنی کمزوری پر اطلاع پاویں اور پھر توبہ کر کے بخشے جاویں۔ یہی قانون ہے جو انسان کیلئے مقرر کیا گیا ہے اور اِسی کو انسانوں کی فطرت چاہتی ہے۔ سہو و نسیان انسانی فطرت کا خاصہ ہے فرشتہ کا خاصہ نہیں۔ پھر وُہ قانون جو فرشتوں کے متعلق ہے انسانوں میں کیونکر نافذ ہو سکے۔ یہ خطا کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف کمزوری منسوب کی جائے۔ صرف قانون کے نتائج ہیں جو زمین پر جاری ہو رہے ہیں۔ نعوذ باللہ کیا خدا ایسا کمزور ہے جسکی بادشاہت اور قدرت اور جلال صرف آسمان تک ہی محدود ہے۔

ص۴۲

یا زمین کا کوئی اور خدا ہے جو زمین پہ مخالفانہ قبضہ رکھتا ہے۔ اور عیسائیوں کو اِس بات پر زور دینا اچھا نہیں کہ صرف آسمان میں ہی خدا کی بادشاہت ہے جو ابھی زمین پر نہیں آئی کیونکہ وُہ اِس بات کے قائل ہیں کہ آسمان کچھ چیز نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جبکہ آسمان کچھ چیز نہیں جس پر خُدا کی بادشاہت ہو۔ اور زمین پہ ابھی خُدا کی بادشاہت آئی نہیں تو گویا خدا کی بادشاہت کسی جگہ بھی نہیں۔ ماسوا اِسکے ہم خُدا کی زمینی بادشاہت کو بچشم خود دیکھ رہے ہیں۔ اُسکے قانون کے موافق ہماری عمریں ختم ہو جاتی ہیں اور ہماری حالتیں بدلتی رہتی ہیں اور صدہا رنگ کے راحت اور رنج ہم دیکھتے ہیں۔ ہزارہا لوگ خُدا کے حکم سے مرتے ہیں اور ہزارہا پیدا ہوتے ہیں۔ دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ زمین ہزارہا قسم کے نباتات اور پھل اور پھول اُسکے حکم سے پیدا کرتی ہے۔ تو کیا یہ سب کچھ خدا کی بادشاہت کے بغیر ہو رہا ہے۔ بلکہ آسمانی اجرام تو ایک ہی صورت اور منوال پر چلے آتے ہیں اور اُن میں تغیّر و تبدّل جس سے ایک مغیّر مبدّل کا پتہ ملتا ہو۔ کچھ محسوس نہیں ہوتی۔ مگر زمین ہزارہا تغیرات اور انقلابات اور تبدلات کا نشانہ ہو رہی ہے۔ ہر روز کروڑہا انسان دنیا سے گذرتے ہیں اور کروڑہا پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک پہلو اور ہر ایک طور سے ایک مقتدر صانع کا تصرف محسوس ہو رہا ہے۔ تو کیا ابھی تک خُدا کی بادشاہت زمین پر نہیں۔ اور انجیل نے اِسپر کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ کیوں ابھی تک خُدا کی بادشاہت زمین پر نہیں آئی۔ البتہ مسیح کا باغ میں اپنے بچ جانے کیلئے ساری رات دُعا کرنا اور دُعا قبول بھی ہو جانا جیسا کہ عبرانیاں ۵۔ آیت ۷ میں لکھا ہے۔ مگر پھر بھی خدا کا اُسکے چھڑانے پر قادر نہ ہونا یہ بزعم عیسائیاں ایک دلیل ہو سکتی ہے کہ اُس زمانہ میں خدا کی بادشاہت زمین پر نہیں تھی مگر ہم نے اِس سے بڑھ کر ابتلاء دیکھے ہیں اور ان سے نجات پائی ہے۔ ہم کیونکر خدا کی بادشاہت کا انکار کر سکتے ہیں۔ کیا وُہ خُون کا مقدمہ جو میرے قتل کرنے کیلئے مارٹن کلارک کی طرف سے عدالت کپتان ڈگلس میں پیش ہُوا تھا۔ وُہ اُس مقدمہ سے کچھ خفیف تھا۔ جو محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے نہ کسی خون کے اتہام سے یہودیوں کی طرف سے عدالت

۳۵

پیلاطوس میں دائر کیا گیا تھا۔ مگر چونکہ خدا زمین کا بھی بادشاہ ہے جیسا کہ آسمان کا۔ اِسلئے اُس نے اس مقدمہ کی پہلے سے مجھے خبر دیدی کہ یہ ابتلا آنیوالا ہے۔ اور پھر خبر دیدی کہ مَیں تم کو بَری کرونگا۔ اور وُہ خبر صدہا انسانوں کو قبل از وقت سُنائی گئی اور آخر مجھے بَری کیا گیا۔ پس یہ خدا کی بادشاہت تھی جس نے اِس مقدمہ سے مجھے بچا لیا۔ جو مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے اتفاق سے مجھ پر کھڑا کیا گیا تھا۔ ایسا ہی نہ ایک دفعہ بلکہ بیسیوں دفعہ مَیں نے خدا کی بادشاہت کو زمین پر دیکھا اور مجھے خدا کی اِس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] یعنے زمین پر بھی خدا کی بادشاہت ہے اور آسمان پر بھی۔ اور پھر اِس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ[2]۔ یعنی تمام زمین و آسمان اُسکی اطاعت کر رہے ہیں۔ جب ایک کام کو چاہتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ ہو جا۔ تو فی الفور وُہ کام ہو جاتا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ[3]۔ یعنی خدا اپنے ارادہ پر غالب ہے۔ مگر اکثر لوگ خدا کے قہر اور جبروت سے بے خبر ہیں۔ غرض یہ تو انجیل کی دُعا ہے جو انسانوں کو خُدا کی رحمت سے نومید کرتی ہے۔ اور اُسکی ربوبیّت اور افاضہ اور جزا سزا سے عیسائیوں کو بیباک کرتی ہے اور اُسکو زمین پر مدد دینے کے قابل نہیں جانتی۔ جبتک اُس کی بادشاہت زمین پر نہ آوے۔ لیکن اسکے مقابل پر جو دُعا خدا نے مسلمانوں کو قرآن میں سکھلائی ہے وُہ اِس بات کو پیش کرتی ہے کہ زمین پر خُدا مسلوب السلطنت لوگوں کی طرح بیکار نہیں ہے۔ بلکہ اس کا سلسلہ ربوبیّت اور رحمانیت اور رحیمیّت اور مجازات زمین پر جاری ہے۔ اور وُہ اپنے عابدوں کو مدد دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور مجرموں کو اپنے غضب سے ہلاک کر سکتا ہے۔ وُہ دُعا یہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ[4] ۝ اٰمین۔

ترجمہ:۔ وُہ خدا ہی ہے جو تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ یعنی اُسکی بادشاہت میں کوئی نقص نہیں اور

صـ ۳۶

[1] الحدید: ۳ [2] یٰسٓ: ۸۳ [3] یوسف: ۲۲ [4] الفاتحہ: ۲ تا ۷

اس کی خوبیوں کے لئے کوئی ایسی حالت منتظرہ باقی نہیں۔ جو آج نہیں مگر کل حاصل ہو گی۔ اور اس کی بادشاہت کے لوازم میں سے کوئی چیز بیکار نہیں۔ تمام عالموں کی پرورش کر رہا ہے۔ بغیر عوض اعمال کے رحمت کرتا ہے۔ اور نیز بعوض اعمال رحمت کرتا ہے۔ جزا سزا وقت مقرر پر دیتا ہے۔ اُسی کی ہم عبادت کرتے ہیں اور اُسی سے ہم مدد چاہتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں تمام نعمتوں کی راہیں دکھلا اور غضب کی راہوں اور ضلالت کی راہوں سے دُور رکھ ؎

یہ دُعا جو سُورہ فاتحہ میں ہے انجیل کی دُعا سے بالکل نقیض ہے۔ کیونکہ انجیل میں زمین پر خدا کی موجودہ بادشاہت ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔ پس انجیل کے رُو سے نہ زمین پر خدا کی ربوبیت کچھ کام کر رہی ہے نہ رحمانیت نہ رحیمیت نہ قدرت جزا سزا۔ کیونکہ ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں آئی۔ مگر سُورہ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت موجود ہے۔ اسی لئے سورہ فاتحہ میں تمام لوازم بادشاہت کے بیان کئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ میں یہ صفات ہونی چاہئیں کہ وہ لوگوں کی پرورش پر قدرت رکھتا ہو۔ سو سورہ فاتحہ میں رب العالمین کے لفظ سے اِس صفت کو ثابت کیا گیا ہے۔ پھر دوسری صفت بادشاہ کی یہ چاہیئے کہ جو کچھ اسکی رعایا کو اپنی آبادی کے لئے ضروری سامان کی حاجت ہے۔ وہ بغیر عوض انکی خدمات کے خود رحم خسروانہ سے بجالاوے۔ سو الرحمٰن کے لفظ سے اِس صفت کو ثابت کر دیا ہے۔ تیسری صفت بادشاہ میں یہ چاہیئے کہ جن کاموں کو اپنی کوشش سے رعایا انجام تک نہ پہنچا سکے۔ اُن کے انجام کیلئے مناسب طور پر مدد دے۔ سو الرحیم کے لفظ سے اس صفت کو ثابت کیا ہے۔ چوتھی صفت بادشاہ میں یہ چاہیئے کہ جزا و سزا پر قادر ہو۔ تا سیاست مدنی کے کام میں خلل نہ پڑے۔ سو مالک یوم الدین کے لفظ سے اِس صفت کو ظاہر کر دیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ سورۃ موصوفہ بالا نے تمام وہ لوازم بادشاہت پیش کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت اور بادشاہی تصرفات موجود ہیں۔ چنانچہ اسکی ربوبیت بھی موجود اور رحمانیت بھی موجود اور رحیمیت بھی موجود اور سلسلہ امداد بھی موجود اور سلسلہ سزا بھی موجود غرض جو کچھ بادشاہت کے لوازم میں سے ہوتا ہے۔ زمین پر سب کچھ خدا کا موجود ہے اور ایک ذرہ بھی اُسکے حکم سے باہر نہیں

صفحہ ۳۷ ہر ایک جزا اُس کے ہاتھ میں ہے۔ ہر ایک رحمت اُس کے ہاتھ میں ہے۔ مگر انجیل یہ دُعا سکھلاتی ہے کہ ابھی خدا کی بادشاہت تم میں نہیں آئی۔ اُس کے آنے کیلئے خدا سے دُعا مانگا کرو۔ تا وہ آجائے۔ یعنی ابھی تک اُن کا خدا زمین کا مالک اور بادشاہ نہیں۔ اِس لئے ایسے خدا سے کیا اُمید ہو سکتی ہے سُنو اور سمجھو کہ بڑی معرفت یہی ہے کہ زمین کا ذرہ ذرہ بھی ایسا ہی خدا کے قبضہ اقتدار میں ہے جیسا کہ آسمان کا ذرہ ذرہ خدا کی بادشاہت میں ہے۔ اور جیسا کہ آسمان پر ایک عظیم الشان تجلّی ہے۔ زمین پر بھی ایک عظیم الشان تجلّی ہے۔ بلکہ آسمان کی تجلّی تو ایک ایمانی امر ہے۔ عام انسان نہ آسمان پر گئے۔ نہ اُس کا مشاہدہ کیا۔ مگر زمین پر جو خدا کی بادشاہت کی تجلّی ہے۔ وہ تو صریح ہر ایک شخص کو آنکھوں سے نظر آرہی ٭ ہے۔ ہر ایک انسان خواہ کیسا ہی دولتمند ہو۔ اپنی خواہش کے مخالف موت کا پیالہ پیتا ہے۔ پس دیکھو اس شاہ حقیقی کے حکم کی کیسی زمین پر تجلّی ہے۔ کہ جب حکم آجاتا ہے تو کوئی اپنی موت کو ایک سیکنڈ بھی روک نہیں سکتا۔ ہر ایک خبیث اور ناقابلِ علاج مرض جب دامنگیر ہوتی ہے تو کوئی طبیب ڈاکٹر اسکو دُور نہیں کر سکتا۔ پس غور کرو۔ یہ کیسی خدا کی بادشاہت کی زمین پر تجلّی ہے۔ جو اُس کے حکم ردّ نہیں ہو سکتے۔ پھر کیونکر کہا جائے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں بلکہ آئندہ کسی زمانہ میں آئے گی۔ دیکھو اِسی زمانہ میں خدا کے آسمانی حکم نے طاعون کے ساتھ زمین کو ہلا دیا۔ تا اُسکے مسیح موعود کیلئے ایک نشان ہو۔ پس کون ہے جو اُسکی مرضی کے سوا اِسکو دُور کر سکے۔ پس کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں۔ ہاں ایک بدکار قیدیوں کی طرح اُسکی زمین میں زندگی بسر کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کبھی نہ مرے لیکن خدا کی سچی بادشاہت اُس کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اور وہ آخر پنجۂ ملک الموت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ پھر کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ

٭ آیت وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ[1] بھی دلالت کر رہی ہے کہ خدا کا حقیقی مطیع انسان ہی ہے جو اپنی اطاعت کو محبت اور عشق تک پہنچاتا ہے۔ اور خدا کی بادشاہت کو ہزار ہا بلاؤں کو سر پر لیکر زمین پر ثابت کرتا ہے۔ پس یہ طاعت جو دردِ دل سے ملی ہوئی ہے۔ فرشتے اس کو کب بجا لا سکتے ہیں۔ منہ

[1] الاحزاب: ۷۳

ابھی تک خدا کی زمین پر بادشاہت نہیں۔ دیکھو زمین پر ہر روز خدا کے حکم سے ایک ساعت میں کروڑ ہا انسان مرجاتے ہیں اور کروڑ ہا اُس کے ارادہ سے پیدا ہوجاتے ہیں۔ اور کروڑ ہا اُس کی مرضی سے فقیر سے امیر اور امیر سے فقیر ہوجاتے ہیں۔ پھر کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ابھی تک زمین پر خُدا کی بادشاہت نہیں۔ آسمانوں پر تو صرف فرشتے رہتے ہیں۔ مگر زمین پر آدمی بھی ہیں اور فرشتے بھی جو خدا کے کارکن اور اُسکی سلطنت کے خادم ہیں جو انسانوں کے مختلف کاموں کے محافظ چھوڑے گئے ہیں۔ اور وُہ ہر وقت خدا کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنی رپورٹیں بھیجتے رہتے ہیں۔ پس کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں۔ بلکہ خدا سب سے زیادہ اپنی زمینی بادشاہت سے ہی پہچانا گیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص خیال کرتا ہے کہ آسمان کا راز مخفی اور غیر مشہود ہے۔ بلکہ حال کے زمانہ میں قریباً تمام عیسائی اور اُنکے فلاسفر آسمانوں کے وجود کے ہی قائل نہیں۔ جن پر خدا کی بادشاہت کا انجیلوں میں سارا دار و مدار رکھا گیا ہے۔ مگر زمین تو فی الواقع ایک کُرہ ہمارے پاؤں کے نیچے ہے اور ہزار ہا قضاو قدر کے اُمور اس پر ظاہر ہو رہے ہیں۔ جو خود سمجھ آتا ہے کہ یہ سب کچھ تغیّر و تبدّل اور حدوث اور فنا کسی خاص مالک کے حُکم سے ہو رہا ہے۔ پھر کیونکر کہا جائے کہ زمین پر ابھی خدا کی بادشاہت نہیں۔ بلکہ ایسی تعلیم ایسے زمانہ میں جبکہ عیسائیوں میں آسمانوں کا بڑے زور سے انکار کیا گیا ہے۔ نہایت نامناسب ہے۔ کیونکہ انجیل کی اِس دُعا میں تو قبول کر لیا گیا ہے کہ ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں۔ اور دُوسری طرف تمام محققین عیسائیوں نے سچے دِل سے یہ بات مان لی ہے یعنی اپنی تحقیقات جدیدہ سے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ آسمان کچھ چیز ہی نہیں انکا کچھ وجود ہی نہیں پس ماحصل یہ ہُوا کہ خدا کی بادشاہت نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں۔ آسمانوں سے تو عیسائیوں نے انکار کیا۔ اور زمین کی بادشاہت سے اُن کی انجیل نے خُدا کو جواب دیدیا۔ تو اب بقول اُن کے خدا کے پاس نہ زمین کی بادشاہت رہی نہ آسمان کی۔ مگر ہمارے خُدائے عزّ و جل نے سُورہ فاتحہ میں نہ آسمان کا نام لیا۔ نہ زمین کا نام۔ اور یہ کہہ کر حقیقت سے

ہمیں خبر دے دی کہ وہ رَبّ العالمین ہے۔ یعنی جہاں تک آبادیاں ہیں اور جہاں تک کسی قسم کی مخلوق کا وجود موجود ہے۔ خواہ اجسام خواہ ارواح ان سب کا پیدا کرنیوالا اور پرورش کرنیوالا خدا ہے۔ جو ہر وقت اُن کی پرورش کرتا اور اُنکے مناسب حال اُنکا انتظام کر رہا ہے۔ اور تمام عالموں پر ہر وقت ہر دم اس کا سلسلۂ ربوبیّت اور رحمانیّت اور رحیمیّت اور جزاء سزاء کا جاری ہے۔ اور یاد رہے کہ سورۃ فاتحہ میں فقرہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے صرف یہ مُراد نہیں ہے کہ قیامت کو جزا سزا ہوگی۔ بلکہ قرآن شریف میں بار بار اور صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ قیامت تو مجازاتِ کُبریٰ کا وقت ہے۔ مگر ایک قسم کی مجازات اِسی دُنیا میں شروع ہے۔ جس کی طرف آیت یجعل لکم فرقانا[1] اشارہ کرتی ہے۔ اب یہ بات بھی سُنو کہ انجیل کی دُعا میں تو ہر روزہ روٹی مانگی گئی ہے۔ جیسا کہ کہا کہ "ہماری روزانہ روٹی آج ہمیں بخش" مگر تعجب کہ جسکی ابھی تک زمین پر بادشاہت نہیں آئی۔ وُہ کیونکر روٹی دے سکتا ہے۔ ابھی تک تو تمام کھیت اور تمام پھل نہ اُسکے حُکم سے بلکہ خود بخود پکتے ہیں۔ اور خود بخود بارشیں ہوتی ہیں۔ اُس کا کیا اختیار ہے کہ کسی کو روٹی دے۔ جب بادشاہت زمین پر آجائے گی تب اُس سے روٹی مانگنی چاہیئے۔ ابھی تو وُہ ہر ایک زمینی چیز سے بیدخل ہے۔ جب اِس جائداد پر پُورا قبضہ پائے گا۔ تب کسی کو روٹی دے سکتا ہے۔ اور اِسوقت اُس سے مانگنا بھی نازیبا ہے۔ اور پھر اسکے بعد یہ قول کہ جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشتے ہیں تو اپنے قرض ہمیں بخش دے اِس صُورت میں یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ زمین کی بادشاہت ابھی اُسکو حاصل نہیں اور ابھی عیسائیوں نے کچھ اُسکے ہاتھ سے لیکر کھایا نہیں تو پھر قرضہ کونسا ہوا۔ پس ایسے تہیدست خدا سے قرضہ بخشوانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور نہ اس سے کچھ خوف ہے۔ کیونکہ زمین پر ابھی اُس کی بادشاہت نہیں اور نہ اُس کی حکومت کا تازیانہ کوئی رعب بٹھلا سکتا ہے۔

٭ دیکھو یہ لفظ رب العالمین کیسا جامع کلمہ ہے۔ اگر ثابت ہو کہ اجرام فلکی میں آبادیاں ہیں۔ تب بھی وہ آبادیاں اِس کلمہ کے نیچے آئیں گی۔ منہ

[1] الانفال: ۳۰

کیا مجال کہ وہ کسی مجرم کو سزا دے سکے یا موسیٰؑ کے زمانہ کی نافرمان قوم کی طرح طاعون سے ہلاک کر سکے۔ یا قوم لوط کی طرح اُن پر پتھر برسا سکے۔ یا زلزلہ یا بجلی یا کسی اور عذاب سے نافرمانوں کو نابود کر سکے۔ کیونکہ ابھی خدا کی زمین پر بادشاہت نہیں۔ پس چونکہ عیسائیوں کا خدا ایسا ہی کمزور ہے جیسا کہ اُس کا بیٹا کمزور تھا۔ اور ایسا ہی بیدخل ہے جیسا کہ اُس کا بیٹا بیدخل تھا۔ تو پھر اُس سے ایسی دعائیں مانگنا لاحاصل ہیں کہ ہمیں قرض بخش دے۔ اُس نے کب قرض دیا تھا جو بخشدے۔ کیونکہ ابھی تک تو اُسکی زمین کی بادشاہت نہیں جبکہ اُسکی زمین پر بادشاہت ہی نہیں تو زمین کی روئیدگی اُسکے حکم سے نہیں اور زمینی چیزیں اُسکی نہیں بلکہ خود بخود ہی ہیں۔ کیونکہ اُس کا زمین پر حکم نافذ نہیں۔ اور جبکہ زمین پر وہ فرمانروا اور بادشاہ نہیں اور کوئی زمینی آسائش اُسکے شاہانہ حکم سے نہیں۔ تو اُس کو سزا کا نہ اختیار ہے نہ حق حاصل۔ لہٰذا ایسا کمزور اپنا خدا بنانا اور اُس سے زمین پر رہ کر کسی کارروائی کی اُمید رکھنا حماقت ہے کیونکہ ابھی اُسکی زمین پر بادشاہی نہیں۔ لیکن سورۃ فاتحہ کی دعا ہمیں سکھلاتی ہے کہ خدا کو زمین پر ہر وقت وہی اقتدار حاصل ہے جیسا کہ اور عالموں پر اقتدار حاصل ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کے سر پر خدا کے اُن کامل اقتداری صفات کا ذکر ہے جو دنیا میں کسی دوسری کتاب نے ایسی صفائی سے ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ رحمان ہے۔ وہ رحیم ہے۔ وہ مالکِ یوم الدین ہے۔ پھر اُس سے دعا مانگنے کی تعلیم کی ہے۔ اور دعا جو مانگی گئی ہے۔ وہ مسیح کی تعلیم کردہ دعا کی طرح صرف ہر روزہ روٹی کی درخواست نہیں۔ بلکہ جو جو انسانی فطرت کو ازل سے استعداد بخشی گئی ہے اور اس کو پیاس لگادی گئی ہے وہ دعا سکھلائی گئی ہے اور وہ یہ ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ[1] یعنے اے ان کامل صفتوں کے مالک اور ایسے فیاض کہ ذرہ ذرہ تجھ سے پرورش پاتا ہے۔ اور تیری رحمانیت اور رحیمیت اور قدرت جزا سزا سے متمتع اٹھاتا ہے۔ تو ہمیں گذشتہ راستبازوں کا وارث بنا اور ہر ایک نعمت جو اُنکو دی ہے ہمیں بھی دے۔ اور ہمیں بچا کہ ہم نافرمان ہو کر موردِ غضب نہ ہو جائیں اور ہمیں

[1] الفاتحۃ : ۶-۷

بچا کہ ہم تیری مدد سے بے نصیب رہ کر گمراہ نہ ہو جاویں۔ آمین
اب اس تمام تحقیقات سے انجیل کی دُعا اور قرآن کی دُعا میں فرق ظاہر ہو گیا کہ انجیل تو خدا کی بادشاہت آنے کا ایک وعدہ کرتی ہے۔ مگر قرآن بتلاتا ہے کہ خدا کی بادشاہت تم میں موجود ہے۔ نہ صرف موجود بلکہ عملی طور پر تم پر فیض بھی جاری ہیں۔ غرض انجیل میں تو صرف ایک وعدہ ہی ہے۔ مگر قرآن نہ محض وعدہ بلکہ قائم شدہ بادشاہت اور اُسکے فیوض کو دکھلا رہا ہے۔ اب قرآن کی فضیلت اس سے ظاہر ہے کہ وُہ اُس خدا کو پیش کرتا ہے جو اسی زندگی دُنیا میں راستبازوں کا منجی اور آرام دِہ ہے۔ اور کوئی نفس اُسکے فیض سے خالی نہیں۔ بلکہ ہر ایک نفس پر حسب اُس کے ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیّت کا فیض جاری ہے۔ مگر انجیل اُس خدا کو پیش کرتی ہے جو ابھی اُسکی بادشاہت دُنیا میں نہیں آئی۔ صرف وعدہ ہے۔ اب سوچ لو کہ عقل کس کو قابلِ پیروی سمجھتی ہے۔ حافظ شیرازی نے سچ کہا ہے ؎

مرید پیر مغانم ز من مرنج اے شیخ　　چرا کہ وعدہ تُو کردی و او بجا آورد

اور انجیلوں میں حلیموں۔ غریبوں۔ مسکینوں کی تعریف کی گئی ہے۔ اور نیز ان کی تعریف جو ستائے جاتے ہیں اور مقابلہ نہیں کرتے۔ مگر قرآن صرف یہی نہیں کہتا کہ تم ہر وقت مسکین بنے رہو۔ اور شر کا مقابلہ نہ کرو۔ بلکہ کہتا ہے کہ حلم اور مسکینی اور غربت اور ترک مقابلہ اچھا ہے مگر اگر بے محل استعمال کیا جائے تو بُرا ہے۔ پس تم محل اور موقعہ کو دیکھ کر ہر ایک نیکی کرو۔ کیونکہ وہ نیکی بدی ہے جو محل اور موقعہ کے برخلاف ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ مینہ کس قدر عمدہ اور ضروری چیز ہے۔ لیکن اگر وہ بے موقعہ ہو تو وہی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ ایک ہی سرد غذا یا گرم غذا کی مداومت سے تمہاری صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ بلکہ صحت تبھی قائم رہے گی کہ جب موقعہ اور محل کے موافق تمہارے کھانے اور پینے کی چیزوں میں تبدیلی ہوتی رہے۔ پس درشتی اور نرمی اور عفو اور انتقام اور دُعا اور بددُعا اور دُوسرے اخلاق میں جو تمہارے لئے مصلحت وقت ہے۔ وُہ بھی اسی تبدیلی کو چاہتی ہے۔ اعلیٰ درجہ کے حلیم اور خلیق بنو لیکن

ص۲۱

نہ بے محل اور بے موقعہ۔ اور ساتھ اسکے یہ بھی یاد رکھو کہ حقیقی اخلاق فاضلہ جن کے ساتھ نفسانی اغراض کی کوئی زہریلی آمیزش نہیں۔ وہ اوپر سے بذریعہ رُوح القدس آتے ہیں۔ سو تم اِن اخلاقِ فاضلہ کو محض اپنی کوششوں سے حاصل نہیں کرسکتے جبتک تم کو اُوپر سے وہ اخلاق عنایت نہ کئے جائیں۔ اور ہر ایک جو آسمانی فیض سے بذریعہ رُوح القدس اخلاق کا حصہ نہیں پاتا۔ وُہ اخلاق کے دعوے میں جھوٹا ہے اور اسکے پانی کے نیچے بہت کیچڑ ہے اور بہت گوبر ہے۔ جو نفسانی جوشوں کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ سو تم خدا سے ہر وقت قوت مانگو جو اس کیچڑ اور اِس گوبر سے تم نجات پاؤ۔ اور رُوح القدس تم میں سچی طہارت اور لطافت پیدا کرے۔ یاد رکھو کہ سچے اور پاک اخلاق راستبازوں کا معجزہ ہے جن میں کوئی غیر شریک نہیں کیونکہ وہ جو خدا میں محو نہیں ہوتے وُہ اُوپر سے قوت نہیں پاتے۔ اِسلئے اُن کیلئے ممکن نہیں کہ وُہ پاک اخلاق حاصل کرسکیں۔ سو تم اپنے خدا سے صاف ربط پیدا کرو۔ ٹھٹھا ہنسی۔ کینہ وری۔ گندہ زبانی لالچ۔ جھوٹ۔ بدکاری۔ بدنظری۔ بدخیالی۔ دُنیا پرستی۔ تکبّر۔ غرور۔ خود پسندی۔ شرارت۔ کج بحثی سب چھوڑ دو۔ پھر یہ سب کچھ تمھیں آسمان سے ملیگا۔ جبتک وُہ طاقت بالا جو تمہیں اُوپر کی طرف کھینچ کر لے جائے تمہارے شاملِ حال نہ ہو۔ اور رُوح القدس جو زندگی بخشتا ہے تم میں داخل نہ ہو۔ تب تک تم بہت ہی کمزور اور تاریکی میں پڑے ہُوئے ہو۔ بلکہ ایک مُردہ ہو جس میں جان نہیں۔ اِس حالت میں نہ تو تم کسی مصیبت کا مقابلہ کرسکتے ہو۔ نہ اقبال اور دولتمندی کی حالت میں کبر اور غرور سے بچ سکتے ہو۔ اور ہر ایک پہلو سے تم شیطان اور نفس کے مغلوب ہو۔ سو تمہارا علاج تو درحقیقت ایک ہی ہے کہ رُوح القدس جو خاص خدا کے ہاتھ سے اُترتی ہے تمہارا مُنہ نیکی اور راستبازی کی طرف پھیر دے۔ تم ابناء السماء بنو نہ ابناء الارض۔ اور رُوشنی کے وارث بنو نہ تاریکی کے عاشق۔ تا تم شیطان کی گذرگاہوں سے امن میں آجاؤ۔ کیونکہ شیطان کو ہمیشہ رات سے غرض ہے۔ دِن سے کچھ غرض نہیں۔ کیونکہ وُہ پُرانا چور ہے جو تاریکی میں قدم رکھتا ہے۔

سُورۃ فاتحہ نری تعلیم ہی نہیں بلکہ اِس میں ایک بڑی پیشگوئی بھی ہے اور وُہ یہ کہ خدا نے

ص۴۲

اپنی چاروں صفات ربوبیّت۔ رحمانیت۔ رحیمیت۔ ملکیت یوم الدین یعنی اقتدار جزاء سزا کا ذکر کرکے اور اپنی عام قدرت کا اظہار فرما کر پھر اسکے بعد کی آیتوں میں یہ دُعا سکھلائی ہے کہ خدایا ایسا کر کہ گذشتہ راستباز نبیوں رسولوں کے ہم وارث ٹھہرائے جائیں۔ اُن کی راہ ہم پر کھولی جائے۔ انکی نعمتیں ہم کو دیجائیں۔ خدایا ہمیں اس سے بچا کہ ہم اُس قوم میں سے ہو جائیں جن پر دُنیا میں ہی تیرا عذاب نازل ہؤا۔ یعنی یہود جو حضرت مسیح کے وقت میں تھے۔ جو طاعون سے ہلاک کئے گئے خدایا ہمیں اس سے بچا کہ ہم اُس قوم میں سے ہو جائیں جن کے شاملِ حال تیری رہنمائی نہ ہوئی اور وُہ گمراہ ہوگئی۔ یعنی نصاریٰ۔ اِس دُعا میں یہ پیشگوئی مخفی ہے کہ بعض مسلمانوں میں سے ایسے ہونگے کہ وُہ اپنے صدق و صفا کی وجہ سے پہلے نبیوں کے وارث ہو جائیں گے۔ اور نبوت اور رسالت کی نعمتیں پائیں گے۔ اور بعض ایسے ہونگے کہ وُہ یہودی صفت ہو جائیں گے۔ جن پر دُنیا میں ہی عذاب نازل ہوگا۔ اور بعض ایسے ہونگے کہ وُہ عیسائیت کا جامہ پہن لیں گے۔ کیونکہ خدا کے کلام میں یہ سُنّت مقررہ ہے کہ جب ایک قوم کو ایک کام سے منع کیا جاتا ہے۔ تو ضرور بعض ان میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کے علم میں اس کام کے مرتکب ہونے والے ہوتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ نیکی اور سعادت کا حصّہ لیتے ہیں۔ ابتداءِ دُنیا سے اخیر تک جس قدر خدا نے کتابیں بھیجیں اُن تمام کتابوں میں خدا تعالیٰ کی یہ قدیم سُنّت ہے کہ جب وہ ایک قوم کو ایک کام سے منع کرتا ہے یا ایک کام کی رغبت دیتا ہے۔ تو اُس کے علم میں یہ مقدّر ہوتا ہے کہ بعض اس کام کو کریں گے اور بعض نہیں۔ پس یہ سورۃ پیشگوئی کر رہی ہے کہ کوئی فرد اِس اُمّت میں سے کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا۔ تا وہ پیشگوئی جو آیت صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ سے مستنبط ہوتی ہے۔ وہ اکمل اور اتم طور پر پوری ہو جائے۔ اور کوئی گروہ اُن میں سے اُن یہودیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا۔ جن پر حضرت عیسٰے نے لعنت کی تھی اور وہ عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوئے تھے۔ تا وُہ پیشگوئی جو آیت غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ سے مستنبط ہوتی ہے۔

ص۳۴

ظہور پذیر ہو۔ اور کوئی گروہ اُن میں سے عیسائیوں کے رنگ میں ہو جائیگا۔ عیسائی بنجائیگا جو خدا کی رہنمائی سے بوجہ اپنی شراب خوری اور اباحت اور فسق و فجور کے بے نصیب ہوگئے تا وہ پیشگوئی جو آیت وَلَا الضَّالِّين سے مترشح ہو رہی ہے ظاہر ہو جائے۔ اور چونکہ یہ بات مسلمانوں کے عقیدہ میں داخل ہے کہ آخری زمانہ میں ہزارہا مسلمان کہلانے والے یہودی صفت ہو جائیں گے۔ اور قرآن شریف کے کئی ایک مقامات میں بھی یہ پیشگوئی موجود ہے۔ اور صدہا مسلمانوں کا عیسائی ہو جانا۔ یا عیسائیوں کی سی بے قید اور آزاد زندگی اختیار کرنا خود مشہود اور محسوس ہو رہا ہے۔ بلکہ بہت سے لوگ مسلمان کہلانے والے ایسے ہیں کہ وہ عیسائیوں کی طرزِ معاشرت پسند کرتے ہیں۔ اور مسلمان کہلا کر نماز روزہ اور حلال اور حرام کے احکام کو بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ دونوں فرقے یہودی صفت اور عیسائی صفت اِس مُلک میں پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سو یہ دو پیشگوئیاں سُورۂ فاتحہ کی تو تم پُوری ہوتی دیکھ چکے ہو۔ اور بچشم خود مشاہدہ کر چکے ہو کہ کس قدر مسلمان یہودی صفت اور کس قدر عیسائیوں کے لباس میں ہیں۔ تو اب تیسری پیشگوئی خود ماننے کے لائق ہے کہ جیسا کہ مسلمانوں نے یہودی عیسائی بننے سے یہود نصاریٰ کی بدی کا حصّہ لیا۔ ایسا ہی اُنکا حق تھا کہ بعض افراد انکے اُن مقدس لوگوں کے مرتبہ اور مقام سے بھی حصّہ لیں جو بنی اسرائیل میں گذر چکے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ پر بدظنی ہے کہ اُس نے مسلمانوں کو یہود نصاریٰ کی بدی کا تو حصّہ دار ٹھہرا دیا ہے۔ یہانتک کہ ان کا نام یہود بھی رکھ دیا۔ مگر انکے رسولوں اور نبیوں کے مراتب میں سے اس اُمّت کو کوئی حصّہ نہ دیا۔ پھر یہ اُمّت خیر الامم کس وجہ سے ہوئی۔ بلکہ شرّ الامم ہوئی کہ ہر ایک نمونہ شر کا انکو ملا مگر نیکی کا نمونہ نہ ملا۔ کیا ضرور نہیں کہ اِس اُمّت میں بھی کوئی نبیوں اور رسولوں کے رنگ میں نظر آئے جو بنی اسرائیل کے تمام نبیوں کا وارث اور اُن کا ظلّ ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ اس اُمّت میں اِس زمانہ میں ہزارہا یہودی صفت لوگ تو پیدا کرے۔ اور ہزارہا عیسائی مذہب میں داخل کرے۔ مگر ایک شخص بھی ایسا

ص۴۴

ظاہر نہ کرے جو انبیاء گذشتہ کا وارث اور انکی نعمت پانے والا ہوتا۔ پیشگوئی جو آیت اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ سے مستنبط ہوتی ہے وہ بھی ایسی ہی پُوری ہو جائے جیساکہ یہودی اور عیسائی ہونے کی پیشگوئی پوری ہو گئی اور جس حالت میں اِس اُمّت کو ہزارہا بُرے نام دیئے گئے ہیں اور قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود ہو جانا بھی اُنکے نصیب میں ہے۔ تو اِس صُورت میں خُدا کے فضل کا خود مقتضا ہونا چاہیئے تھا کہ جیسے گذشتہ نصاریٰ سے انہوں نے بُری چیزیں لیں۔ اسی طرح وہ نیک چیز کے بھی وارث ہوں۔ اسی لئے خُدا نے سُورۃ فاتحہ میں آیت اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں بشارت دی کہ اِس اُمّت کے بعض افراد انبیاء گذشتہ کی نعمت بھی پائیں گے۔ نہ یہ کہ نِرے یہود ہی بنیں۔ یا عیسائی بنیں اور ان قوموں کی بدی تو لے لیں مگر نیکی نہ لے سکیں۔ اِسی کی طرف سُورۃ تحریم میں بھی اشارہ کیا ہے کہ بعض افراد اُمّت کی نسبت فرمایا ہے کہ وُہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس نے پارسائی اختیار کی۔ تب اُس کے رحم میں عیسٰی کی رُوح پھونکی گئی۔ اور عیسٰی اس سے پَیدا ہوا۔ اِس آیت میں اِس بات کیطرف اشارہ تھا کہ اِس اُمّت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اُس کو ملیگا۔ پھر اُس میں عیسٰی کی رُوح پھونکی جاویگی۔ تب مریم میں سے عیسٰی نکل آئیگا۔ یعنی وُہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائیگا۔ گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسٰی ہونے کا بچّہ دیا۔ اور اِس طرح پر وُہ ابن مریم کہلائے گا۔ جیساکہ براہین احمدیہ میں اوّل میرا نام مریم رکھا گیا۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ الہام صفحہ ۲۴۱ میں اور وُہ یہ ہے کہ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا یعنے اے مریم تُونے یہ نعمت کہاں سے پائی۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے صفحہ ۲۲۶ میں یعنے اِس الہام میں کہ ھُزِّیْ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ یعنے اے مریم کھجور کے تنہ کو ہلا۔ اور پھر اسکے بعد ۴۹۶ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے۔ یَا مَرْیَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ نَفَخْتُ فِیْکَ مِنْ لَّدُنِّیْ رُوْحَ الصِّدْقِ۔ یعنی اے مریم تو مع اپنے دوستوں کے بہشت میں داخل ہو۔ مَیں نے تجھ میں

۴۵

اپنے پاس سے صدق کی رُوح پھونک دی۔ خدا نے اِس آیت میں میرا نام رُوح الصدق رکھا۔ یہ اُس آیت کے مقابل پر ہے کہ نَفَخۡنَا فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِنَا۔ پس اِس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسیٰ کی رُوح جا پڑی جس کا نام رُوح الصدق ہے۔ پھر سب کے آخر صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں وُہ عیسیٰ جو مریم کے پیٹ میں تھا۔ اسکے پیدا ہونے کے بارے میں یہ الہام ہوا۔ یَاعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَجَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ۔ اِس جگہ میرا نام عیسیٰ رکھا گیا۔ اور اِس الہام سے ظاہر کیا کہ وُہ عیسیٰ پیدا ہو گیا جسکی رُوح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا تھا۔ پس اِس لحاظ سے میں عیسیٰ بن مریم کہلایا۔ کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خُدا کے نفخ سے پیدا ہوئی۔ دیکھو صفحہ ۴۹۶۔ اور صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ۔ اور اسی واقعہ کو سُورۃ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم اِس اُمت میں اِس طرح پیدا ہو گا۔ کہ پہلے کوئی فرد اِس اُمت کا مریم بنایا جائے گا۔ اور پھر بعد اسکے اس مریم میں عیسیٰ کی رُوح پھونک دی جائے گی۔ پس وہ مریمیت کے رِحم میں ایک مُدت تک پرورش پا کر عیسیٰ کی رُوحانیت میں تولّد پائیگا اور اِس طرح پر وُہ عیسیٰ بن مریم کہلائیگا۔ یہ وُہ خبر محمدی ابن مریم کے بارے میں ہے جو قرآن شریف یعنی سُورۃ تحریم میں اِس زمانہ سے تیرہ سَو برس ۱۳۰۰ پہلے بیان کی گئی ہے۔ اور پھر براہین احمدیہ میں سُورۃ التحریم کی ان آیات کی خدا تعالیٰ نے خود تفسیر فرما دی ہے۔ قرآن شریف موجود ہے ایک طرف قرآن شریف کو رکھو اور ایک طرف براہین احمدیہ کو۔ اور پھر انصاف اور عقل اور تقویٰ سے سوچو کہ وُہ پیشگوئی جو سُورۃ التحریم میں تھی۔ یعنے یہ کہ اِس اُمت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائے گا۔ اور پھر مریم سے عیسیٰ بنایا جائے گا۔ گویا اس میں سے پیدا ہو گا۔ وُہ کس رنگ میں براہین احمدیہ کے الہامات سے پُوری ہوئی۔ کیا یہ انسان کی قدرت ہے۔ کیا یہ میرے اختیار میں تھا۔ اور کیا مَیں اُس وقت موجود تھا جبکہ قرآن شریف نازل ہو رہا تھا۔ تا مَیں عرض کرتا کہ مجھے ابن مریم بنانے کیلئے کوئی آیت اُتار دی جائے اور اِس اعتراض سے مجھے سُبکدوش

ص ۴۶

کیا جائے کہ تمہیں کیوں ابن مریم کہا جائے۔ اور کیا آج سے بیس بائیس برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہو سکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اوّل اپنا نام مریم رکھتا اور پھر آگے چلکر افتراء کے طور پر یہ الہام بناتا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھ میں بھی عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور پھر آخر کار صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں یہ لکھ دیتا کہ اب میں مریم ہو کر عیسیٰ بن گیا۔ اے عزیزو غور کرو اور خدا سے ڈرو ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہیں۔ اگر براہین احمدیہ کی تالیف کے وقت جس پر ایک زمانہ گذر گیا مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا۔ تو میں اُسی براہین احمدیہ میں یہ کیوں لکھتا کہ عیسیٰ مسیح ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا۔ سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اِس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائیگی۔ اِسلئے گو اُس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصّہ میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر جب اسپر دو برس گذر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصّہ چہارم صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی رُوح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصّہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اِس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔ اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اِس سرّ مخفی کی مجھے خبر نہ دی۔ حالانکہ وُہ سب خدا کی وحی جو اِس راز پر مشتمل تھی میرے پر نازل ہوئی اور براہین میں درج ہوئی۔ مگر مجھے اِسکے معنوں اور اِس ترتیب پر اطلاع نہ دیگئی۔ اِسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھدیا۔ تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وُہ گواہ ہو۔ وُہ میرا لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا۔ مخالفوں کے لئے قابلِ استناد نہیں۔ کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں جبتک کہ خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھا دے۔ سو اُس وقت تک حکمتِ الٰہی کا یہی

ص۴۷

تقاضا تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آتے۔ مگر جب وقت آگیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے۔ تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اِس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں یہ وہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بتصریح لکھا گیا ہے۔ اِسجگہ ایک اور الہام کا بھی ذکر کرتا ہوں۔ اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا اشتہار میں شائع کیا ہے یا نہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ صدہا لوگوں کو میں نے سُنایا تھا۔ اور میری یادداشت کے الہامات میں موجود ہے۔ اور وہ اُس زمانہ کا ہے جبکہ خدا نے مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر نفخ رُوح کا الہام کیا۔ پھر بعد اسکے یہ الہام ہوا تھا۔ فاجاءھا المخاض الی جذع النخلۃ قالت یا لیتنی مت قبل ھٰذا وکنت نسیا منسیا۔ یعنے پھر مریم کو جو مراد اِس عاجز سے ہے۔ دردِ زہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی یعنے عوام الناس اور جاہلوں اور بے سمجھ علماء سے واسطہ پڑا۔ جن کے پاس ایمان کا پھل نہ تھا۔ جنہوں نے تکفیر و توہین کی اور گالیاں دیں اور ایک طوفان برپا کیا۔ تب مریم نے کہا کہ کاش میں اِس سے پہلے مرجاتی اور میرا نام و نشان باقی نہ رہتا۔ یہ اُس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتداء میں مولویوں کی طرف سے بہ ہیئت مجموعی پڑا اور وہ اِس دعوے کو برداشت نہ کرسکے۔ اور مجھے ہر ایک حیلہ سے اُنہوں نے فنا کرنا چاہا۔ تب اُسوقت جو کرب اور قلق ناسمجھوں کا شور و غوغا دیکھکر میرے دل پر گذرا۔ اُس کا اِسجگہ خدا تعالیٰ نے نقشہ کھینچدیا ہے۔ اور اسکے متعلق اور بھی الہام تھے جیسا لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا۔ مَا کَانَ اَبُوْکِ امْرَءَ سَوْءٍ وَّمَا کَانَتْ اُمُّکِ بَغِیًّا۔ اور پھر اسکے ساتھ کا الہام براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۱ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ وَلِنَجْعَلَہٗ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَۃً مِّنَّا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْہِ تَمْتَرُوْنَ۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ سطر ۱۲ و ۱۳۔ ترجمہ اور لوگوں نے کہا کہ اے مریم تُو نے یہ کیا مکروہ اور قابل نفرین کام دکھلایا جو راستی سے دُور ہے۔ تیرا باپ[ؕ] اور تیری ماں تو ایسے نہ تھے۔

ؕ نوٹ۔ اِس الہام پر مجھے یاد آیا کہ بٹالہ میں فضل شاہ یا مہر شاہ نام ایک سید تھے جو میرے والد صاحب سے بہت

۴۸

مگر خدا ان تہمتوں سے اپنے بندہ کو بری کرے گا۔ اور ہم اس کو لوگوں کے لئے ایک نشان بناوینگے۔ اور یہ بات ابتداء سے مقدر تھی اور ایسا ہی ہونا تھا۔ یہ عیسیٰ بن مریم ہے۔ جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔ یہی قولِ حق ہے۔ یہ سب براہین احمدیہ کی عبارت ہے اور یہ الہام اصل میں آیاتِ قرآنی ہیں جو حضرت عیسیٰ اور اُن کی ماں کے متعلق ہیں۔ اِن آیتوں میں جس عیسیٰ کو لوگوں نے ناجائز پیدائش کا انسان قرار دیا ہے۔ اسی کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اس کو اپنا نشان بنائیں گے۔ اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی۔ اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مُراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بناویں گے۔ اور نیز کہا گیا کہ یہ وُہی عیسیٰ بن مریم ہے جو آنیوالا تھا۔ جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے۔ اور شک محض نافہمی سے ہے۔ جو خدا کے اسرار کو نہیں سمجھتے اور صُورت پرست ہیں حقیقت پر انکی نظر نہیں۔

۴۹ یہ بھی یاد رہے کہ سُورۃ فاتحہ کے عظیم الشان مقاصد میں سے یہ دُعا ہی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ اور جس طرح انجیل کی دُعا میں روٹی مانگی گئی ہے۔ اِس دُعا میں خدا تعالیٰ سے وُہ تمام نعمتیں مانگی گئی ہیں جو پہلے رسولوں اور نبیوں کو دیگئی تھیں۔ یہ مقابلہ بھی قابلِ نظارہ ہے۔ اور جس طرح حضرت مسیح کی دُعا قبول ہو کر عیسائیوں کو روٹی کا سامان بہت کچھ مل گیا ہے۔ اسی طرح یہ قرآنی دُعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قبول ہو کر اخیار و ابرار مُسلمان بالخصوص انکے کامل فرد انبیاء بنی اسرائیل کے وارث ٹھہرائے گئے۔ اور در اصل مسیح موعود کا اِس اُمت میں سے پیدا ہونا یہ بھی اِسی دُعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ گو مخفی طور پر بہت سے اخیار و ابرار نے انبیاء بنی اسرائیل کی

بقیہ حاشیہ: محبت رکھتے تھے اور بہت تعلق تھا۔ جب میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے کی کسی نے ان کو خبر دی تو وہ بہت روئے۔ اور کہا کہ ان کے والد صاحب بہت اچھے آدمی تھے۔ یعنی یہ شخص کس پر پیدا ہوا ان کا باپ تو نیک مزاج اور افتراء کے کاموں سے دُور اور سیدھا اور صاف دل مُسلمان تھا۔ ایسا ہی بہتوں نے کہا کہ تم نے اپنے خاندان کو داغ لگایا کہ ایسا دعویٰ کیا۔ منہ

مماثلت کا حصّہ لیا ہے۔ مگر اس اُمّت کا مسیح موعود کُھلے کُھلے طور پر خُدا کے حُکم اور اذن سے
اسرائیلی مسیح کے مقابل پر کھڑا کیا گیا ہے۔ تا موسوی اور محمدی سلسلہ کی مماثلت سمجھ آجائے۔
اِسی غرض سے اِس مسیح کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اِس
ابن مریم پر ابتلاء بھی اسرائیلی ابن مریم کی طرح آئے۔ اوّل جیسا کہ عیسٰی بن مریم محض خدا
کے نفخ سے پَیدا کیا گیا۔ اسی طرح یہ مسیح بھی سورۃ تحریم کے وعدہ کے موافق محض خدا کے
نفخ سے مریم کے اندر سے پَیدا کیا گیا۔ اور جیسا کہ عیسٰی بن مریم کی پَیدائش پر بہت شور
اُٹھا۔ اور اندھے مخالفوں نے مریم کو کہا۔ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا[1] اِسی طرح اسجگہ بھی
کہا گیا اور شورِ قیامت مچایا گیا۔ اور جیسا کہ خُدا نے اسرائیلی مریم کے وضع حمل کے وقت مخالفوں
کو عیسٰی کی نسبت یہ جواب دیا وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا[2]۔
یہی جواب خدا تعالیٰ نے میری نسبت براہین احمدیہ میں رُوحانی وضع حمل کے وقت جو
استعارہ کے رنگ میں تھا۔ مخالفوں کو دیا۔ اور کہا کہ تم اپنے فریبوں سے اِس کو نابود نہیں
کر سکتے۔ مَیں اِس کو لوگوں کے لئے رحمت کا نشان بناؤں گا۔ اور ایسا ہونا ابتداء
سے مقدّر تھا۔ اور پھر جس طرح یہودیوں کے علماء نے حضرت عیسٰی پر فتوٰی تکفیر کا لگایا
اور ایک شریر فاضل یہودی نے وہ استفتاء طیار کیا۔ اور دوسرے فاضلوں نے اسپر فتوٰی
دیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کے صدہا عالم فاضل جو اکثر اہلحدیث تھے۔ انہوں نے حضرت عیسٰی
پر تکفیر کی مُہریں لگادیں*۔ یہی معاملہ مجھ سے ہوا۔ اور پھر جیسا کہ اس تکفیر کے بعد جو حضرت عیسٰی

۵۰

*حاشیہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے وقت میں یہودی اگرچہ بہت فرقے تھے۔ مگر جو حق پر سمجھے جاتے تھے وہ دو فرقے ہوگئے تھے۔ (۱) ایک وہ جو توریت کے پابند تھے۔ اسی سے اجتہاد کے طور پر مسائل استنباط کرتے تھے (۲) دوسرا فرقہ اہلحدیث تھا جو توریت پر احادیث کو قاضی سمجھتے تھے۔ یہ اہلحدیث اسرائیلی بلاد میں بہت پھیل گئے تھے اور ایسی ایسی حدیثوں پر عمل کرتے تھے جو اکثر توریت کی معارض اور نقیض تھیں اور انکی یہ حجت تھی کہ بعض مسائل شرع مثلاً عبادات اور معاملات اور قانون مجازات کے مسائل توریت سے ملتے نہیں ہیں۔ ان پر حدیثوں کی رُو سے اطلاع

[1] مریم: ۲۸ [2] مریم: ۲۲

کی نسبت کی گئی تھی۔ اُن کو بہت ستایا گیا۔ سخت سخت گالیاں دی گئیں تھیں۔ ہجو اور بدگوئی میں کتابیں لکھی گئی تھیں یہی صُورت اِس جگہ پیش آئی۔ گویا اٹھارہ سَو برس کے بعد وُہی عیسٰی پھر پیدا ہو گیا۔ اور وُہی یہودی پھر پیدا ہو گئے۔ آہ یہی معنی تو اِس پیشگوئی کے تھے کہ غَیرِ الْمَغضُوبِ عَلَیْھِمْ جو خدا نے پہلے سے سمجھا دیا تھا۔ مگر اِن لوگوں نے صبر نہ کیا جب تک یہودیوں کی طرح مغضوب علیہم نہ بن گئے۔ اِس مماثلت کی ایک اینٹ تو خدا نے اپنے ہاتھ سے لگا دی کہ مجھے عین چودھویں صدی کے سر پر جیسا کہ مسیح ابن مریم چودھویں صدی کے سر پر آیا تھا **مسیح الاسلام** کرکے بھیجا اور میرے لئے اپنے زبردست نشان دکھلا رہا ہے۔ اور آسمان کے نیچے کسی مخالف مسلمان یا یہودی یا عیسائی وغیرہ کو طاقت نہیں کہ ان کا مقابلہ کرے۔ اور خُدا کا مقابلہ عاجز اور ذلیل انسان کیا کر سکے۔ یہ تو وُہ بنیادی اینٹ ہے جو خدا کی طرف سے ہے۔ ہر ایک جو اس اینٹ کو توڑنا چاہیگا وُہ توڑ نہیں سکیگا۔ مگر یہ اینٹ جب اُسپر پڑیگی تو اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگی۔ کیونکہ اینٹ خدا کی اور ہاتھ خدا کا ہے۔ اور دُوسری اینٹ میرے مخالفوں نے طیار کرکے اس کے مقابل رکھدی کہ میرے مقابل پر وہ کام کئے۔ جو اُس وقت کے یہودیوں نے کئے تھے۔ یہاں تک کہ میرے ہلاک کرنے کیلئے

ہوتی ہے اور حدیث کی کتاب کا نام طالمود تھا اور اس میں ہر ایک نبی کے زمانہ کی حدیثیں تھیں۔ یہ حدیثیں مدت تک زبانی رہیں اور مدت کے بعد قلم بند ہوئیں اِسلئے ان میں کچھ موضوعات کا حصّہ بھی مل گیا تھا۔ اور بباعث اسکے کہ اُس وقت یہودیوں کے تہتّر فرقے ہو گئے تھے اور ہر ایک فرقہ اپنی اپنی حدیثیں جُدا جُدا رکھتا تھا اور محدثین نے توریت کی طرف توجہ چھوڑ دی تھی۔ اکثر حدیثوں پر عمل تھا اور توریت گویا متروک اور مہجور کی طرح تھی۔ اگر حدیث مطابق آئی تو اُس کو مانا۔ ورنہ اسکو رد کر دیا۔ پس اس زمانہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام پیدا ہوئے اور اُنکے مخاطب خاص طور پر اہلحدیث ہی تھے جو توریت سے زیادہ حدیثوں کی عزت کرتے تھے۔ اور نبیوں کے نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی کہ جب یہود کئی فرقوں پر منقسم ہو جائینگے اور خدا کی کتاب کو چھوڑ کر اُسکے برخلاف حدیثوں پر عمل کرینگے تب اُنکو ایک حکم عدل دیا جائیگا جو مسیح کہلائیگا اور اُسکو وُہ قبول نہ کرینگے آخر سخت عذاب اُن پر نازل ہوگا اور وہ طاعون کا عذاب تھا۔ نعوذ باللہ۔ منہ

ایک خون کا مقدمہ بھی بنایا گیا جس کی میرے خدا نے مجھے پہلے خبر دیدی تھی۔ وہ مقدمہ جو میرے
پر بنایا گیا۔ وہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے مقدمہ سے بہت سخت تھا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ
پر جو مقدمہ کیا گیا۔ اُس کی بناء محض ایک مذہبی اختلاف پر تھی جو حاکم کے نزدیک ایک
خفیف بات تھی۔ بلکہ کچھ بھی نہ تھی۔ مگر میرے پر جو مقدمہ کھڑا کیا گیا۔ وہ اقدام قتل کا
دعویٰ تھا۔ اور جیسا کہ مسیح کے مقدمہ میں یہودی مولویوں نے جا کر گواہی دی تھی ضرور تھا کہ
اِس مقدمہ میں بھی کوئی مولویوں میں سے گواہی دیتا۔ اِس لئے اِس کام کیلئے خدا نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو
انتخاب کیا۔ اور وہ ایک بڑا المباجبّہ پہن کر گواہی کیلئے آیا۔ اور جیسا کہ سردار کاہن مسیح کو
صلیب دِلانے کیلئے عدالت میں گواہی دینے کیلئے آیا تھا۔ یہ بھی موجود ہوئے۔ صرف فرق
اِس قدر تھا کہ سردار کاہن کو پیلاطوس کی عدالت میں کرسی ملی تھی۔ کیونکہ یہودیوں کے معزز
بزرگوں کو گورنمنٹ رُومی میں کرسی ملتی تھی اور بعض اُن میں سے آنریری مجسٹریٹ بھی تھے۔
اِس لئے اُس سردار کاہن نے عدالت کے قواعد کے لحاظ سے کرسی پائی۔ اور مسیح ابن مریم
ایک مجرم کی طرح عدالت کے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن میرے مقدمہ میں اِسکے برعکس ہوا۔ یعنی
یہ کہ برخلاف دشمنوں کی اُمیدوں کے کپتان ڈگلس نے جو پیلاطوس کی جگہ عدالت کی کرسی پر
تھا۔ مجھے کرسی دی۔ اور یہ پیلاطوس مسیح ابن مریم کے پیلاطوس کی نسبت زیادہ با اخلاق
ثابت ہوا۔ کیونکہ عدالت کے امر میں وہ دلیری اور استقامت سے عدالت کا پابند رہا۔ اور
بالائی سفارشوں کی اُس نے کچھ بھی پروانہ کی۔ اور قومی اور مذہبی خیال نے بھی اُس میں کچھ
تغیّر پیدا نہ کیا۔ اور اُس نے عدالت پر پورا قدم مارنے سے ایسا عمدہ نمونہ دکھایا کہ اگر اسکے
وجود کو قوم کا فخر اور حکام کیلئے نمونہ سمجھا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ عدالت ایک مشکل امر ہے جب تک
انسان تمام تعلقات سے علیحدہ ہو کر عدالت کی کرسی پر نہ بیٹھے تب تک اِس فرض کو عمدہ طور پر
ادا نہیں کر سکتا۔ مگر ہم اِس سچی گواہی کو ادا کرتے ہیں کہ اِس پیلاطوس نے اِس فرض کو پورے
طور پر ادا کیا۔ اگرچہ پہلا پیلاطوس جو رُومی تھا۔ اُس فرض کو اچھے طور پر ادا نہ کر سکا۔ اور اُسکی

۵۲

بزدلی نے مسیح کو بڑی بڑی تکالیف کا نشانہ بنایا۔ یہ فرق ہماری جماعت میں ہمیشہ تذکرہ کے لائق ہے جبتک کہ دُنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں کروڑوں افراد تک پہنچے گی ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ رہے گا۔ اور یہ اُسکی خوش قسمتی ہے کہ خدا نے اِس کام کیلئے اسی کو چُنا۔ ایک حاکم کیلئے کسقدر یہ امتحان کا موقعہ ہے کہ دو۲ فریق اسکے پاس آویں کہ ایک ان میں سے اسکے مذہب کا مشنری ہے اور دُوسرا فریق وُہ ہے جو اس مذہب کا مخالف ہے۔ اور اس کے پاس بیان کیا گیا ہو کہ وُہ اسکے مذہب کا سخت مخالف ہے لیکن اس بہادر پیلاطوس نے اِس امتحان کو بڑے استقلال سے برداشت کرلیا اور اسکو ان کتابوں کے مقام دکھلائے گئے جن میں کم فہمی سے عیسائی مذہب کی نسبت سخت الفاظ سمجھے گئے تھے اور ایک مخالفانہ تحریک کی گئی تھی مگر اسکے چہرہ پر کچھ تغیر پیدا نہ ہُوا۔ کیونکہ وُہ اپنی روشن کانشنس کیوجہ سے حقیقت تک پہنچ گیا تھا۔ اور چونکہ اس نے مقدمہ کی اصلیت کو سچے دِل سے تلاش کیا۔ اِسلئے خدا نے اسکی مدد کی اور اسکے دِل پر سچائی کا الہام کیا اور اسپر واقعی حقیقت کھولی گئی۔ اور وُہ اس سے بہت خوش ہُوا کہ عدل کی راہ اسکو نظر آگئی۔ اس نے مجھے محض عدل کے لحاظ سے مدعی کے مقابل پر کرسی دی۔ اور جب مولوی محمد حسین نے جو سردار کاہن کی طرح مخالفانہ گواہی کیلئے آیا تھا مجھے کرسی پر بیٹھا ہُوا پایا اور جس ذلّت کو دیکھنے کیلئے میری نسبت اُسکی آنکھ شوق رکھتی تھی۔ اُس ذِلت کو اُس نے نہ دیکھا۔ تب مساوات کو غنیمت سمجھ کر وُہ بھی اس پیلاطوس سے کرسی کا خواہشمند ہُوا۔ مگر اس پیلاطوس نے اُسے ڈانٹا۔ اور زور سے کہا۔ کہ **تجھے اور تیرے باپ** کو کبھی کرسی نہیں ملی۔ ہمارے دفتر میں تمہاری کرسی کیلئے کوئی ہدایت نہیں۔ اب یہ فرق بھی غور کے لائق ہے کہ پہلے پیلاطوس نے یہودیوں سے ڈر کر اُن کے بعض معزز گواہوں کو کرسی دے دی اور حضرت مسیح کو جو مجرم کے طور پر پیش کئے گئے تھے کھڑا رکھا حالانکہ وُہ سچے دِل سے مسیح کا خیر خواہ تھا۔ بلکہ مریدوں کی طرح تھا۔ اور اُسکی بیوی مسیح کی خاص مُرید تھی جو ولی اللہ کہلاتی تھی۔ لیکن خوف نے اس سے یہاں تک حرکت صادر کرائی۔ کہ ناحق

۵۳

بے گناہ مسیح کو یہودیوں کے حوالہ کر دیا۔ میری طرح کوئی خون کا الزام نہ تھا صرف معمولی طور پر مذہبی اختلاف تھا۔ لیکن وُہ رُومی پیلاطوس دِل کا قوی نہ تھا۔ اِس بات کو سُن کر ڈر گیا۔ کہ قیصر کے پاس اُسکی شکایت کی جائیگی۔ اور پھر ایک اور مماثلت پہلے پیلاطوس اور اس پیلاطوس میں یاد رکھنے کے لائق ہے کہ پہلے پیلاطوس نے اُسوقت جو مسیح ابن مریم عدالت میں پیش کیا گیا۔ یہودیوں کو کہا تھا کہ مَیں اِس شخص میں کوئی گناہ نہیں دیکھتا۔ ایسا ہی جب آخری مسیح اس آخری پیلاطوس کے رُوبرو پیش ہُوا اور اس مسیح نے کہا کہ مجھے چند روز تک جواب کے لئے مُہلت دینی چاہیئے کہ مجھ پر خون کا الزام لگایا جاتا ہے۔ تب اس آخری پیلاطوس نے کہا کہ مَیں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔ یہ دونوں قول دونوں پیلاطوسوں کے بالکل باہم مشابہ ہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف اِسقدر ہے کہ پہلا پیلاطوس اپنے اس قول پر قائم نہ رہ سکا۔ اور جب اُسکو کہا گیا کہ قیصر کے پاس تیری شکایت کرینگے۔ تو وُہ ڈر گیا اور حضرت مسیح کو اُس نے عمداً خونخوار یہودیوں کے حوالہ کر دیا۔ گو وُہ اس سپردگی سے غمگین تھا اور اُسکی عورت بھی غمگین تھی کیونکہ وُہ دونوں مسیح کے سخت معتقد تھے۔ لیکن یہودیوں کا سخت شور و غوغا دیکھکر بُزدلی اُسپر غالب آگئی۔ ہاں البتہ پوشیدہ طور پر اُس نے بہت سعی کی کہ مسیح کی جان کو صلیب سے بچا یا جاوے۔ اور اس سعی میں وُہ کامیاب بھی ہوگیا مگر بعد اسکے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور شدّتِ درد سے ایک ایسی سخت غشی میں آگیا کہ گویا وُہ موت ہی تھی۔ بہرحال پیلاطوس رُومی کی کوشش سے مسیح ابن مریم کی جان بچ گئی اور جان بچنے کیلئے پہلے سے مسیح کی دُعا منظور ہو چکی تھی۔ دیکھو عبرانیاں باب ۵ آیت ۷*۔ بعد اسکے مسیح اُس زمین سے پوشیدہ طور پر بھاگ کر کشمیر کی طرف آگیا اور وہیں

* مسیح نے بطور پیشگوئی خود بھی کہا کہ بجز یونس کے نشان کے اور کوئی نشان دکھایا نہیں جائیگا۔ پس مسیح نے اپنے اس قول میں یہ اشارہ کیا کہ جس طرح یونس زندہ ہی مچھلی کے پیٹ میں داخل ہُوا اور زندہ ہی نکلا ایسا ہی مَیں بھی زندہ ہی قبر میں داخل ہونگا اور زندہ ہی نکلونگا۔ سو یہ نشان بجز اسکے کیونکر پُورا ہو سکتا تھا کہ مسیح صلیب سے اُتارا جاتا اور زندہ قبر میں داخل ہوتا۔ اور یہ جو حضرت مسیح نے کہا کہ کوئی اور نشان نہیں دکھایا جائیگا۔ اس فقرہ میں گویا مسیح ان لوگوں کا ردّ کرتا ہے کہ جو کہتے ہیں کہ مسیح نے یہ نشان بھی دکھلایا کہ آسمان پر چڑھ گیا۔ منہ

۵۴ فوت ہوا۔ اور تم سن چکے ہو کہ سری نگر محلہ خان یار میں اُس کی قبر ہے۔ یہ سب پیلاطوس کی سعی کا نتیجہ تھا۔ لیکن تاہم اُس پہلے پیلاطوس کی کارروائی بزدلی کی رنگ آمیزی سے خالی نہ تھی۔ اگر وہ اپنے اس قول کا پاس کر کے کہ میں اس شخص کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا مسیح کو چھوڑ دیتا تو اُس پر کچھ مشکل نہ تھا۔ اور وہ چھوڑنے پر قادر تھا۔ مگر وہ قیصر کی دوہائی سن کر ڈر گیا۔ لیکن یہ آخری پیلاطوس پادریوں کے ہجوم سے نہ ڈرا۔ حالانکہ اس جگہ بھی قیصرہ کی بادشاہی تھی۔ لیکن یہ قیصرہ اُس قیصر سے بدرجہا بہتر تھی۔ اس لئے کسی کیلئے ممکن نہ تھا کہ حاکم پر دباؤ ڈالنے کے لئے اور انصاف چھوڑانے کیلئے قیصرہ سے ڈراوے۔ بہرحال پہلے مسیح کی نسبت آخری مسیح پر بہت شور اور منصوبہ اُٹھایا گیا تھا۔ اور میرے مخالف اور ساری قوموں کے سرگروہ جمع ہو گئے تھے۔ مگر آخری پیلاطوس نے سچائی سے پیار کیا اور اپنے اس قول کو پورا کر کے دکھلایا کہ جو اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا تھا کہ میں تم پر خون کا الزام نہیں لگاتا۔ سو اس نے مجھے بہت صفائی اور مردانگی سے بری کیا اور پہلے پیلاطوس نے مسیح کے بچانے کیلئے حیلوں سے کام لیا۔ مگر اس پیلاطوس نے جو کچھ عدالت کا تقاضا تھا۔ اس طور سے اس تقاضے کو پورا کیا جس میں بزدلی کا رنگ نہ تھا۔ جس دن میں بری ہوا اُس دن اس عدالت میں مکتی فوج کا ایک چور بھی پیش ہوا۔ یہ اسلئے وقوع میں آیا کہ پہلے مسیح کے ساتھ بھی ایک چور تھا لیکن اس آخری مسیح کے ساتھ کے چور کو جو پکڑا گیا۔ تو اُس پہلے چور کی طرح جو پہلے مسیح کے ساتھ پکڑا گیا۔ صلیب پر نہیں چڑھایا۔ اور نہ اس کی ہڈیاں توڑی گئیں۔ بلکہ صرف تین ماہ کی قید ہوئی ۔

اب پھر ہم اپنے بیان کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ میں اس قدر حقائق و دقائق و معارف جمع ہیں کہ اگر ان سب کو لکھا جائے تو وہ باتیں ایک دفتر میں بھی ختم نہیں ہو سکتیں۔ اسی ایک حکیمانہ دعا کو دیکھئے کہ جو اس سورۃ میں سکھائی گئی ہے یعنے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ یہ دعا ایک ایسا مفہوم کلی اپنے اندر رکھتی ہے۔ جو تمام دین

اور دُنیا کے مقاصد کی یہی ایک کُنجی ہے۔ ہم کسی چیز کی حقیقت پر اطلاع نہیں پاسکتے اور نہ اسکے فوائد سے منتفع ہوسکتے ہیں جبتک کہ ہمیں اسکے پانے کیلئے ایک مستقیم راہ نہ ملے۔ دُنیا کے جس قدر مشکل اور پیچیدہ امور ہیں۔ خواہ وہ سلطنت اور وزارت کی ذمہ واریوں کے متعلق ہوں اور خواہ سپہ گری اور جنگ وجدال سے تعلق رکھتے ہوں اور خواہ طبعی اور ہیئت کے دقیق مسائل کے متعلق ہوں اور خواہ صناعت طب کے طریق تشخیص اور علاج کے متعلق اور خواہ تجارت اور زراعت کے متعلق۔ اِن تمام امور میں کامیابی ہونا مشکل اور غیر ممکن ہی جبتک کہ انکے بارہ میں ایک مستقیم راہ نہ ملے کہ کس طور سے اِس کام کو شروع کرنا چاہیئے اور ہر ایک عقلمند انسان مشکلات کے وقت میں یہی اپنا فرض سمجھتا ہی کہ اس مشکل سربستہ کے بارے میں ایک لمبے وقت تک رات کو اور دِن کو سوچتا ہے۔ تاکہ اِس مُشکل کُشائی کے لئے کوئی راہ نکل آوے۔ اور ہر ایک صنعت اور ہر ایک ایجاد اور ہر ایک پیچیدہ اور اُلجھے ہوئے کام کو چلانا اِس بات کو چاہتا ہے کہ اِس کام کیلئے راہ نکل آوے۔ پس دُنیا اور دین کی اغراض کیلئے اصل دُعا راہ نکالنے کی دُعا ہے۔ جب سیدھی راہ کسی امر کے متعلق ہاتھ میں آجائے تو یقیناً وُہ امر بھی خدا کے فضل سے حاصل ہوجاتا ہی۔ خدا کی قدرت اور حکمت نے ہر ایک مُدعا کے حصول کیلئے ایک راہ رکھی ہے۔ مثلاً کسی بیمار کا ٹھیک علاج نہیں ہوسکتا جبتک اِس مرض کی حقیقت سمجھنے اور نسخہ کی تجویز کے لئے ایک ایسی راہ نہ نکل آوے کہ دِل فتویٰ دیدے کہ اِس راہ میں کامیابی ہوگی۔ بلکہ کوئی انتظام دُنیا میں ہو ہی نہیں سکتا جبتک اِس انتظام کیلئے ایک راہ پیدا نہ ہو۔ پس راہ کا طلب کرنا طالب مقصد کا فرض ہوا۔ اور جیساکہ دُنیا کی کامیابی کا صحیح سلسلہ ہاتھ میں لینے کیلئے پہلے ایک راہ کی ضرورت ہے جس پر قدم رکھا جائے۔ ایسا ہی خدا کا دوست اور مورد محبت اور فضل بننے کے لئے قدیم سے ایک راہ کی ضرورت پائی گئی ہے۔ اِسی لئے دُوسری سورۃ میں جو سُورۃ البقر ہے جو اِس سُورۃ کے بعد ہے۔ سُورۃ کے شروع میں ہی فرمایا گیا ہے۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنے انعام پانے کی یہ راہ ہے جو ہم بیان کرتے ہیں*۔ پس یہ دُعا یعنے دُعا

* سُورۃ فاتحہ میں راہِ راست کیلئے دُعا کی گئی اور دُوسری سُورۃ میں گویا وہ دُعا قبول ہوکر راہِ راست بتلائی گئی ہے۔ منہ

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ایک جامع دُعا ہے کہ جو انسان کو اِس بات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ مشکلات دینی اور دنیوی کے وقت میں اوّل جس چیز کی تلاش انسان کا فرض ہے وُہ یہی ہے کہ اِس امر کے حصول کیلئے وہ صراطِ مستقیم تلاش کرے یعنی کوئی ایسی صاف اور سیدھی راہ ڈھونڈے جس سے بآسانی اس مطلب تک پہنچ سکے اور دِل یقین سے بھر جائے شکوک سے نجات ہو۔ لیکن انجیل کی ہدایت کے موافق روٹی ملنگنے والا عداجوئی کی راہ اختیار نہ کریگا اس کا مقصد تو روٹی ہے۔ جب روٹی مل گئی تو پھر اسکو خُدا سے کیا غرض۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی صراطِ مستقیم سے گر گئے۔ اور ایک نہایت قابلِ شرم عقیدہ جو انسان کو خدا بنانا ہے ان کے گلے پڑ گیا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ مسیح ابن مریم میں دُوسروں کی نسبت کیا زیادتی تھی جس سے اسکی خدائی کا خیال آیا۔ معجزات میں پہلے اکثر نبی اس سے بڑھ کر تھے۔ جیساکہ موسٰی اور الیسع اور ایلیا نبی۔ اور مجھے قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وُہ کام جو میں کر سکتا ہوں وُہ ہرگز نہ کر سکتا۔ اور وُہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وُہ ہرگز دکھلا نہ سکتا* اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھپر پاتا۔ جبکہ میں ایسا ہوں تو اب سوچو کہ کیا مرتبہ ہے اُس پاک رسُولؐ کا جس کی غلامی کیطرف میں منسُوب کیا گیا۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ[له] اِس جگہ کوئی حسد اور رشک پیش نہیں جاتا خُدا جو چاہے کرے۔ جو اُسکے ارادہ کی مخالفت کرتا ہے۔ وُہ صرف اپنے مقاصد میں نامُراد ہی نہیں بلکہ مرکر جہنم کی راہ لیتا ہے۔ ہلاک ہو گئے وُہ جنہوں نے عاجز مخلوق کو خُدا بنایا۔ ہلاک ہو گئے

صفحہ ۵۶

* اِس تصدیق کیلئے کتاب نزول المسیح کو عنقریب دیکھوگے جو چھپ رہی ہے اور دس جزو تک چھپ چکی ہے اور عنقریب شائع ہونیوالی ہے۔ یہ کتاب پیر مہر علی گولڑوی کی کتاب "شمس الہدایت" کے ردّ میں لکھی گئی ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ پیر صاحب نے محمد حسن مُردہ کے مضمون کو چُرا کر ایسی قابلِ شرم غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے کہ اب اطلاع پانے سے انپر زندگی تلخ ہو جائیگی وُہ بدبخت تو ہماری پیشگوئی مندرجہ اعجاز المسیح کے موافق فوت ہو گیا۔ اور یہ دُوسرا بدبخت ناحق کتاب بنا کر پیشگوئی اِنِّی مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ کا نشانہ بن گیا۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔ منہ

له مائدہ : ۵۵

وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسُول کو قبول نہ کیا۔ مُبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ مَیں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور مَیں اُس کے سب نُوروں میں سے آخری نُور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے ؂

دُوسرا ذریعہ ہدایت کا جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے **سُنّت** ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عملی کارروائیاں جو آپؐ نے قرآن شریف کے احکام کی تشریح کے لئے کرکے دکھلائیں مثلاً قرآن شریف میں بظاہر نظر پنجگانہ نمازوں کی رکعات معلوم نہیں ہوتیں کہ صبح کس قدر اور دُوسرے وقتوں میں کس کس تعداد پر لیکن سُنّت نے سب کچھ کھول دیا ہے۔ یہ دھوکہ نہ لگے کہ سُنّت اور حدیث ایک چیز ہے۔ کیونکہ حدیث تو سَو ڈیڑھ سَو برس کے بعد جمع کی گئی مگر سُنّت کا قرآن شریف کے ساتھ ہی وجود تھا۔ مسلمانوں پر قرآن شریف کے بعد بڑا احسان سُنّت کا ہے۔ خدا اور رسول کی ذمہ واری کا فرض صرف دو امر پر تھے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ قرآن کو نازل کرکے مخلوقات کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دے۔ یہ تو خُدا کے قانون کا فرض تھا۔ اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرض تھا کہ خدا کے کلام کو عملی طور پر دِکھلا کر بخوبی لوگوں کو سمجھا دیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وُہ گفتنی باتیں کردنی کے پیرایہ میں دِکھلا دیں۔ اور اپنی سُنّت یعنے عملی کارروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا۔ یہ کہنا بیجا ہے کہ یہ حل کرنا حدیث پر موقوف تھا۔ کیونکہ حدیث کے وُجود سے پہلے اِسلام زمین پر قائم ہو چکا تھا۔* کیا جب تک حدیثیں جمع نہ ہُوئی تھیں لوگ نماز نہ پڑھتے تھے۔ یا زکوٰۃ نہ دیتے تھے۔ یا حج نہ کرتے تھے یا حلال حرام سے واقف نہ تھے۔ ہاں تیسرا ذریعہ **ہدایت کا حدیث** ہے۔ کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے اُمور کو حدیثیں کھول کر بیان کرتی ہیں۔ اور نیز بڑا فائدہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم اور سُنّت کی خادم ہے۔ جن لوگوں کو ادب قرآن

ص۵۷

*اہلِ حدیث فعلِ رسُول اور قولِ رسُول دونوں کا نام حدیث ہی رکھتے ہیں۔ ہمیں اُنکی اصطلاح سے کچھ غرض نہیں۔ دراصل سُنّت الگ ہے۔ جسکی اشاعت کا اہتمام خود آنحضرتؐ نے بذاتِ خود فرمایا۔ اور حدیث الگ ہے جو بعد میں جمع ہوئی۔ منہ

نہیں دیا گیا۔ وہ اس موقع پر حدیث کو قاضی قرآن کہتے ہیں۔ جیسا کہ یہودیوں نے اپنی حدیثوں کی نسبت کہا۔ مگر ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سُنّت قرار دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے۔ قرآن خُدا کا قول ہے۔ اور سُنّت رسول اللہ کا فعل۔ اور حدیث سُنّت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ نعوذ باللہ یہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے۔ اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔ حدیث جو ایک ظنّی مرتبہ پر ہے قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہو سکتی۔ صرف ثبوت مؤیّد کے رنگ میں ہے۔ قرآن اور سُنّت نے اصل کام سب کر دکھایا ہے۔ اور حدیث صرف تائیدی گواہ ہے۔ حدیث قرآن پر کیسے قاضی ہو سکتی ہے۔ قرآن اور سُنّت اُس زمانہ میں ہدایت کر رہے تھے جبکہ اِس مصنوعی قاضی کا نام و نشان نہ تھا۔ یہ مت کہو کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے۔ بلکہ یہ کہو کہ حدیث قرآن اور سُنّت کیلئے تائیدی گواہ ہے۔ البتہ سُنّت ایک ایسی چیز ہے جو قرآن کا منشاء ظاہر کرتی ہے۔ اور سُنّت سے وہ راہ مُراد ہے جس راہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر صحابہ کو ڈالدیا تھا۔ سُنّت اُن باتوں کا نام نہیں ہے جو سَو ڈیڑھ سَو برس بعد کتابوں میں لکھی گئیں۔ بلکہ اُن باتوں کا نام حدیث ہے۔ اور سُنّت اُس عملی نمونہ کا نام ہے جو نیک مُسلمانوں کی عملی حالت میں ابتداء سے چلا آیا ہے۔ جس پر ہزارہا مسلمانوں کو لگایا گیا۔ ہاں حدیث بھی اگرچہ اکثر حصّہ اس کا ظن کے مرتبہ پر ہے۔ مگر بشرطِ عدمِ تعارض قرآن و سُنّت تمسّک کے لائق ہے۔ اور مؤیّد قرآن و سُنّت ہے اور بہت سے اسلامی مسائل کا ذخیرہ اِس کے اندر موجود ہے۔ پس حدیث کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضوِ اسلام کا کاٹ دینا ہے۔ ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سُنّت کے نقیض ہو۔ اور نیز ایسی حدیث کی نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے۔ یا مثلاً ایک ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے۔ تو وہ حدیث قبول کے لائق نہیں ہوگی۔ کیونکہ اُسکے قبول کرنے سے قرآن کو اور اُن تمام احادیث کو جو قرآن کے موافق ہیں رد کرنا پڑتا ہے۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ کوئی پرہیزگار اسپر جرأت نہیں کریگا کہ ایسی حدیث پر عقیدہ رکھے کہ وہ قرآن اور سُنّت کے برخلاف اور ایسی حدیثوں کے

ص۵۸

مخالف ہے۔ جو قرآن کے مطابق ہیں۔ بہرحال احادیث کا قدر کرو۔ اور ان سے فائدہ اُٹھاؤ۔ کہ وُہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔ اور جبتک قرآن اور سُنّت انکی تکذیب نہ کرے تم بھی انکی تکذیب نہ کرو۔ بلکہ چاہیئے کہ احادیث نبویّہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو۔ اور نہ سکون اور نہ کوئی فعل کرو۔ اور نہ ترکِ فعل۔ مگر اسکی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو۔ لیکن اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن شریف کے بیان کردہ قصص سے صریح مخالف ہے تو اسکی تطبیق کیلئے فکر کرو۔ شاید وُہ تعارض تمہاری ہی غلطی ہو۔ اور اگر کسی طرح وُہ تعارض دُور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پھینک دو۔ کہ وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں ہے۔ اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہے مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے تو اُس حدیث کو قبول کر لو۔ کیونکہ قرآن اس کا مُصدّق ہے۔ اور اگر کوئی ایسی حدیث ہے جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے مگر محدثین کے نزدیک وُہ ضعیف ہے۔ اور تمہارے زمانہ میں یا پہلے اسکے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہو تو اس حدیث کو سچی سمجھو۔ اور ایسے محدّثوں اور راویوں کو مخطی اور کاذب خیال کرو جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہو۔ ایسی حدیثیں صدہا ہیں جن میں پیشگوئیاں ہیں اور اکثر ان میں سے محدّثین کے نزدیک مجروح یا موضوع یا ضعیف ہیں۔ پس اگر کوئی حدیث ان میں سے پُوری ہو جائے اور تم یہ کہہ کر ٹال دو۔ کہ ہم اسکو نہیں مانتے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یا کوئی راوی اس کا متدیّن نہیں ہے۔ تو اِس صُورت میں تمہاری خود بے ایمانی ہوگی کہ ایسی حدیث کو ردّ کر دو جس کا سچّا ہونا خُدا نے ظاہر کر دیا۔ خیال کرو کہ اگر ایسی حدیث ہزار ہو۔ اور محدّثین کے نزدیک ضعیف ہو۔ اور ہزار پیشگوئی اسکی سچی نکلے تو کیا تم ان حدیثوں کو ضعیف قرار دیکر اسلام کے ہزار ثبوت کو ضائع کر دو گے۔ پس اس صُورت میں تم اسلام کے دشمن ٹھیرو گے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ[1] پس سچی پیشگوئی بجز سچے رسُول کے کس کیطرف منسُوب ہو سکتی ہے۔ کیا ایسے موقعہ پر یہ کہنا مناسب حالت ایمانداری نہیں ہے کہ صحیح حدیث کو ضعیف کہنے میں کسی محدّث نے غلطی کھائی۔ او ریا یہ کہنا مناسب ہے کہ جھُوٹی حدیث کو سچی کرکے

۵۹

[1] الجن: ۲۷-۲۸

خدا نے غلطی کھائی۔ اور اگر ایک حدیث ضعیف درجہ کی بھی ہو۔ بشرطیکہ وہ قرآن اور سنّت اور ایسی احادیث کے مخالف نہیں جو قرآن کے موافق ہیں تو اس حدیث پر عمل کرو۔ لیکن بڑی احتیاط سے حدیثوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بہت سی احادیث موضوعہ بھی ہیں۔ جنہوں نے اسلام میں فتنہ ڈالا ہے۔ ہر ایک فرقہ اپنے عقیدہ کے موافق حدیث رکھتا ہے۔ یہانتک کہ نماز جیسے یقینی اور متواتر فریضہ کو احادیث کے تفرقہ نے مختلف صورتوں پر کر دیا ہے۔ کوئی آمین بالجہر کرتا ہے کوئی پوشیدہ۔ کوئی خلف امام فاتحہ پڑھتا ہے کوئی اسکے پڑھنے کو مفسد نماز جانتا ہے۔ کوئی سینہ پر ہاتھ باندھتا ہے کوئی ناف پر۔ اصل وجہ اس اختلاف کی احادیث ہی ہیں۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ[1] ورنہ سنّت نے ایک ہی طریق بتلایا تھا پھر روایات کے تداخل نے اس طریق کو جنبش دیدی۔ اسی طرح احادیث کی غلط فہمی نے کئی لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ شیعہ بھی اسی سے ہلاک ہوئے۔ اگر قرآن کو اپنا حَکَم ٹھہراتے تو ایک سورۃ نور ہی اُنکو نور بخش سکتی تھی۔ مگر حدیثوں نے اُنکو ہلاک کیا۔ اسی طرح حضرت مسیحؑ کے وقت وہ یہودی ہلاک ہو گئے* جو اہلحدیث کہلاتے تھے۔ کچھ مدت سے اُن لوگوں نے توریت کو چھوڑ دیا تھا۔ اور جیسا کہ آجتک اُن کا عقیدہ ہے۔ اُن کا یہ مذہب تھا کہ حدیث توریت پر قاضی ہے۔ سو اُن میں ایسی حدیثیں بکثرت موجود تھیں کہ جبتک ایلیا دوبارہ آسمان سے اپنے عنصری وجود کے ساتھ نازل نہ ہو۔ تب تک اُن کا مسیح موعود نہیں آئے گا۔ ان حدیثوں نے اُن کو سخت ٹھوکر میں ڈالدیا۔ اور وہ لوگ اُن حدیثوں پر تکیہ کر کے حضرت مسیح کی اس تاویل کو قبول نہ کر سکے کہ الیاس سے مراد یوحنا یعنی یحییٰ نبی ہے۔ جو الیاس کی خو اور طبیعت پر آیا۔ اور بروزی

صفحہ ۶۰

* انجیل میں نہایت سخت مخالفت ان خیالات کی کی گئی تھی۔ جو کہ طالمود کی حدیثوں اور روایتوں میں ظاہر کئے گئے تھے۔ یہ حدیثیں سینہ بہ سینہ حضرت موسیٰ تک پہنچائی جاتی تھیں اور کہا جاتا تھا کہ یہ حضرت موسیٰ کے الہامات ہیں۔ بالآخر یہ حال ہو گیا تھا کہ توریت کو چھوڑ کر تمام وقت احادیث کے پڑھنے پر لگایا جاتا تھا بعض امور میں طالمود توریت کے مخالف ہے تب بھی یہود طالمود کی بات پر عمل کرتے تھے۔ طالمود مؤلفہ یوسف بارکلی مطبوعہ لنڈن ۱۸۷۸ء۔

[1] مومنون : ۵۴

طور پر اس کا وجود لیا ہے۔ پس تمام ٹھوکر انکی حدیثوں کے سبب سے تھی جو آخر کار انکے بے ایمان ہونے کا موجب ہوگئی۔ اور ممکن ہے کہ وہ لوگ اُن حدیثوں کے معنوں میں بھی غلطی کرتے ہوں۔ یا حدیثوں میں بعض انسانی الفاظ مل گئے ہوں۔ غرض شاید مسلمانوں کو اس واقعہ کی خبر نہیں ہوگی۔ کہ یہودیوں میں حضرت مسیح کے منکر اہلحدیث ہی تھے۔ اُنہوں نے ان پر شور مچایا۔ اور تکفیر کا فتویٰ لکھا اور انکو کافر قرار دیا۔ اور کہا کہ یہ شخص خدا کی کتابوں کو مانتا نہیں۔ خدا نے الیاس کے دوبارہ آنے کی خبر دی اور یہ اس پیشگوئی کی تاویلیں کرتا اور بغیر کسی قرینہ صارفہ کے اُن خبروں کو اپنی طرف کھینچکر لے جاتا ہے※۔ اور حضرت مسیح کا نام انہوں نے صرف کافر ہی نہیں بلکہ ملحد بھی رکھا اور کہا کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر دینِ موسوی باطل ہے۔ وہ اُن کیلئے فیج اعوج کا زمانہ تھا۔ جھوٹی حدیثوں نے اُن کو دھوکا دیا۔ غرض حدیثوں کے پڑھنے کے وقت یہ خیال کر لینا چاہیئے کہ ایک قوم پہلے اسی حدیث کو توریت پر قاضی ٹھہرا کر اس حالت تک پہنچ چکی ہے کہ ایک سچے نبی کو اُنہوں نے کافر اور دجّال کہا اور اُس سے انکار کر دیا۔ تاہم مسلمانوں کے لئے صحیح بخاری نہایت متبرک اور مفید کتاب ہے۔ یہ وُہی کتاب ہے جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے۔ ایسا ہی مسلم اور دوسری احادیث کی کتابیں بہت سے معارف اور مسائل کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اور اس احتیاط سے

※ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا۔ اس وقت وہ پولوس بھی مکفرین کی جماعت میں داخل تھا جس نے بعد میں اپنے تئیں رسول مسیح کے لفظ سے مشہور کیا۔ یہ شخص حضرت مسیح کی زندگی میں آپ کا سخت دشمن تھا۔ جس قدر حضرت مسیح کے نام پر انجیلیں لکھی گئی ہیں ان میں سے ایک میں بھی یہ پیشگوئی نہیں ہے کہ میرے بعد پولوس توبہ کر کے رسول بن جائیگا۔ اس شخص کے گذشتہ چال چلن کی نسبت لکھنا ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ عیسائی خوب جانتے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت مسیح کو جبتک وہ اس ملک میں رہے بہت دُکھ دیا تھا اور جب وہ صلیب سے نجات پاکر کشمیر کی طرف چلے آئے۔ تو اُس نے ایک جھوٹی خواب کے ذریعہ سے حواریوں میں اپنے تئیں داخل کیا اور تثلیث کا مسئلہ گھڑا اور عیسائیوں پر سؤر کو جو توریت کے فتوے ابدی کے رو سے حرام تھا۔ حلال کر دیا اور شراب کو بہت وسعت دیدی اور انجیلی عقیدہ میں تثلیث کو داخل کیا تا ان تمام بدعتوں سے یونانی بت پرست خوش ہو جائیں۔ منہ

ان پر عمل واجب ہے۔ کہ کوئی مضمون ایسا نہ ہو جو قرآن اور سنت اور ان احادیث سے مخالف ہو جو قرآن کے مطابق ہیں ؛

اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں یقین ہی ہے جو گناہ سے چھڑاتا ہے۔ یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا ہے۔ یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق صادق بناتا ہے۔ کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو۔ کیا تم جذبات نفس سے بغیر یقینی تجلی کے رُک سکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی تسلی پا سکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو۔ کیا آسمان کے نیچے کوئی ایسا کفارہ اور ایسا فدیہ ہے جو تم سے گناہ ترک کرا سکے۔ کیا مریم کا بیٹا عیسٰی ایسا ہے کہ اُس کا مصنوعی خون گناہ سے چھڑائے گا۔ اے عیسائیو! ایسا جھوٹ مت بولو۔ جس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ یسوع خود اپنی نجات کیلئے یقین کا محتاج تھا اور اُس نے یقین کیا اور نجات پائی۔ افسوس ہے اُن عیسائیوں پر جو یہ کہکر مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم نے مسیح کے خون سے گناہ سے نجات پائی ہے۔ حالانکہ وہ سر سے پیر تک گناہ میں غرق ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اُنکا کون خدا ہے۔ بلکہ زندگی تو غفلت آمیز ہے۔ شراب کی مستی اُن کے دماغ میں ہے۔ مگر وہ پاک مستی جو آسمان سے اُترتی ہے۔ اُس سے وہ بیخبر ہیں۔ اور جو زندگی خدا کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور جو پاک زندگی کے نتائج ہوتے ہیں۔ وہ اُس سے بے نصیب ہیں۔ پس تم یاد رکھو۔ کہ بغیر یقین کے تم تاریک زندگی سے باہر نہیں آسکتے اور نہ روح القدس تمہیں مل سکتا ہے۔ مبارک وہ جو یقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہی خدا کو دیکھیں گے۔ مبارک وہ جو شبہات اور شکوک سے نجات پا گئے ہیں۔ کیونکہ وہی گناہ سے نجات پائیں گے۔ مبارک تم جبکہ تمہیں یقین کی دولت دیجائے کہ اسکے بعد تمہارے گناہ کا خاتمہ ہوگا۔ گناہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک سخت زہریلے سانپ کو دیکھ رہے ہو۔ کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو جبکہ کسی کوہ آتش افشاں سے پتھر برستے ہیں یا بجلی پڑتی ہے یا ایک خونخوار شیر کے حملہ کرنے کی جگہ ہے

صـ ۶۱

یا ایک ایسی جگہ ہو جہاں ایک مُہلک طاعون نسل انسانی کو معدوم کر رہی ہے۔ پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ سانپ پر، یا بجلی پر، یا شیر پر، یا طاعون پر تو ممکن نہیں کہ اس کے مقابل پر تم نافرمانی کر کے سزا کی راہ اختیار کر سکو۔ یا صدق و وفا کا اُس سے تعلق توڑ سکو۔

اَے وے لوگو! جو نیکی اور راستبازی کیلئے بُلائے گئے ہو۔ تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اُسوقت تم میں پیدا ہوگی اور اُسی وقت تم گُناہ کے مکروہ داغ سے پاک کیئے جاؤ گے۔ جبکہ تمہارے دِل یقین سے بھر جائیں گے۔ شاید تم کہو گے کہ ہمیں یقین حاصل ہے سو یاد رہے کہ یہ تمہیں دھوکا لگا ہوا ہے۔ یقین تمہیں ہرگز حاصل نہیں کیونکہ اسکے لوازم حاصل نہیں۔ وجہ یہ کہ تم گناہ سے باز نہیں آتے۔ تم ایسا قدم آگے نہیں اُٹھاتے جو اُٹھانا چاہیئے۔ تم ایسے طور سے نہیں ڈرتے جو ڈرنا چاہیئے۔ خود سوچ لو کہ جس کو یقین ہے کہ فلاں سُوراخ میں سانپ ہے وہ اُس سوراخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے۔ اور جس کو یقین ہے کہ اُسکے کھانے میں زہر ہے وہ اُس کھانے کو کب کھاتا ہے۔ اور جو یقینی طور پر دیکھ رہا ہے کہ اس فلاں بَن میں ایک ہزار خونخوار شیر ہے اُس کا قدم کیونکر بے احتیاطی اور غفلت سے اُس بَن کی طرف اُٹھ سکتا ہے۔ سو تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں اور تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں کیونکر گناہ پر دلیری کر سکتی ہیں۔ اگر تمہیں خدا اور جزا سزا پر یقین ہے۔ گناہ یقین پر غالب نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ تم ایک بھسم کرنے اور کھا جانیوالی آگ کو دیکھ رہے ہو تو کیونکر اُس آگ میں اپنے تئیں ڈال سکتے ہو۔ اور یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں شیطان اُن پر چڑھ نہیں سکتا۔ ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا۔ یقین دُکھ اُٹھانے کی قوت دیتا ہے یہاں تک کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اُتارتا ہے اور فقیری جامہ پہناتا ہے۔ یقین ہر ایک دُکھ کو سہل کر دیتا ہے۔ یقین خدا کو دکھاتا ہے۔ اور ہر ایک کفارہ جھوٹا ہے اور ہر ایک فدیہ باطل ہے اور ہر ایک پاکیزگی یقین کی راہ سے آتی ہے۔ وہ چیز جو گناہ سے چھڑاتی اور خدا تک پہنچاتی اور فرشتوں سے بھی صدق اور ثبات میں آگے بڑھا دیتی ہے وہ یقین ہے۔ ہر ایک مذہب جو یقین کا سامان پیش نہیں کرتا وہ جھوٹا ہے۔ ہر ایک مذہب جو یقینی وسائل سے خدا کو دکھا نہیں سکتا

وُہ جھوٹا ہے۔ ہر ایک مذہب جس میں بجز پُرانے قصّوں کے اور کچھ نہیں وُہ جھوٹا ہے۔ خدا جیسے پہلے تھا وُہ اب بھی ہے۔ اور اُس کی قدرتیں جیسے پہلے تھیں وُہ اب بھی ہیں۔ اور اُس کا نشان دکھلانے پر جیسا کہ پہلے اقتدار تھا وُہ اب بھی ہے۔ پھر تم کیوں قصّوں پر راضی ہوتے ہو۔ وُہ مذہب ہلاک شدہ ہے جس کے معجزات صرف قصّے ہیں۔ جس کی پیشگوئیاں صرف قصے ہیں۔ اور وُہ جماعت ہلاک شدہ ہے جس پر خدا نازل نہیں ہُوا۔ اور جو یقین کے ذریعہ سے خُدا کے ہاتھ سے پاک نہیں ہُوئی۔ جس طرح انسان نفسانی لذات کا سامان دیکھ کر اُن کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان جب رُوحانی لذات یقین کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے۔ تو وُہ خُدا کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اور اُس کا حُسن اُسکو ایسا مست کر دیتا ہے کہ دُوسری تمام چیزیں اس کو سراسر ردّی دکھائی دیتی ہیں۔ اور انسان اُسی وقت گناہ سے مخلصی پاتا ہے جبکہ وُہ خُدا اور اُسکے جبروت اور جزا سزا پر یقینی طور پر اطلاع پاتا ہے۔ ہر ایک بیباکی کی جڑھ بیخبری ہے۔ جو شخص خدا کی یقینی معرفت سے کوئی حصہ لیتا ہے وُہ بیباک نہیں رہ سکتا۔ اگر گھر کا مالک جانتا ہے کہ ایک پُر زور سیلاب اُسکے گھر کی طرف رُخ کیا ہے۔ اور یا اُسکے گھر کے اردگرد آگ لگ چکی ہے۔ اور صرف ایک ذرہ سی جگہ باقی ہے۔ تو وُہ اُس گھر میں ٹھہر نہیں سکتا۔ تو پھر تم خُدا کی جزا سزا کے یقین کا دعویٰ کر کے کیونکر اپنی خطرناک حالتوں پر ٹھہر رہے ہو۔ سو تم آنکھیں کھولو اور خدا کے اُس قانون کو دیکھو جو تمام دُنیا میں پایا جاتا ہے۔ چُوہے مت بنو جو نیچے کی طرف جاتے ہیں بلکہ بلند پرواز کبوتر بنو جو آسمان کی فضا کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تم توبہ کی بیعت کر کے پھر گناہ پر قائم نہ رہو۔ اور سانپ کی طرح مت بنو جو کھال اُتار کر پھر بھی سانپ ہی رہتا ہے۔ مَوت کو یاد رکھو کہ وُہ تمہارے نزدیک آتی جاتی ہے اور تُم اس سے بیخبر ہو۔ کوشش کرو کہ پاک ہو جاؤ کہ انسان پاک کو تب پاتا ہے کہ خود پاک ہو جائے۔ مگر تم اِس نعمت کو کیونکر پا سکو۔ اِس کا جواب خود خدا نے دیا ہے جہاں قرآن میں فرماتا ہے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ[1] یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خُدا سے مدد چاہو۔ نماز کیا چیز ہے۔ وُہ دُعا ہے جو تسبیح تحمید تقدیس اور استغفار

ص۳۸

[1] البقرۃ : ۴۶

اور درود کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو بیخبر لوگوں کی طرح اپنی دعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو۔ کیونکہ انکی نماز اور اُنکا استغفار سب رسمیں ہیں جنکے ساتھ کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے۔ اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے۔ باقی اپنی تمام عام دعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کر لیا کرو۔ تاکہ تمہارے دلوں پر اس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔ پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں۔ وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کیلئے ان کا وارد ہونا ضروری ہے۔ (۱) پہلے جبکہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوشحالی میں خلل ڈالا سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا اسکے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا تغیر اُسوقت تم پر آتا ہے جبکہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو مثلاً جبکہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے۔ سو یہ حالت تمہاری اُسوقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے اور نظر اسپر جم سکتی ہے۔ اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اس کا غروب نزدیک ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہوئی۔

(۳) تیسرا تغیر تم پر اُسوقت آتا ہے۔ جو اس بلا سے رہائی پانے کی بکلی امید منقطع ہو جاتی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام فرد قرارداد جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کے لئے گذر جاتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے حواس خطا ہو جاتے ہیں اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اُسوقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام اُمیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔

(۴) چوتھا تغیّر اُس وقت تم پر آتا ہے کہ جب بلا تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے۔ اور اُسکی سخت تاریکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے۔ مثلاً جبکہ فرد قرارداد جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا تم کو سُنا دیا جاتا ہے اور قید کیلئے ایک پولیس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو۔ سو یہ حالت اُسوقت سے مشابہ ہے جبکہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے۔ اِس رُوحانی حالت کے مقابل پر نماز عشا مقرر ہے (۵) پھر جبکہ تم ایک مدّت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے۔ مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخرکار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔ سو اِس رُوحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے۔ اور خدا نے تمہارے فطرتی تغیّرات میں پانچ حالتیں دیکھکر پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں۔ اِس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدہ کیلئے ہیں۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو۔ تو پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہارے اندرونی اور رُوحانی تغیّرات کا ظلّ ہیں۔ نماز میں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے۔ تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضاء و قدر تمہارے لئے لائیگا۔ پس قبل اسکے جو دن چڑھے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرّع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے*

اے امیرو اور بادشاہو! اور دولتمندو!! آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اُسکی تمام راہوں میں راستباز ہیں۔ اکثر ایسے ہیں کہ دُنیا کے مُلک اور دُنیا کے املاک سے دِل لگاتے ہیں اور پھر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں اور موت کو یاد نہیں رکھتے۔ ہر ایک امیر جو نماز نہیں پڑھتا اور خدا سے لاپرواہ ہے۔ اُس کے تمام نوکروں چاکروں کا گناہ اُسکی گردن پر ہے۔ ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے۔ اُسکی گردن پر اُن لوگوں کا بھی گناہ ہے جو اُسکے ماتحت ہو کر شراب میں شریک ہیں۔ اے عقلمندو! یہ دُنیا ہمیشگی کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ۔ تم ہر ایک بے اعتدالی کو چھوڑ دو۔ ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو۔ انسان کو تباہ کرنیوالی صرف شراب ہی نہیں بلکہ افیون۔ گانجہ۔ چرس۔ بھنگ۔ تاڑی اور ہر ایک نشہ جو ہمیشہ

ص۶۵

کیلئے عادت کرلیا جاتا ہے۔ وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے۔ سو تم اس سے بچو۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ تم کیوں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہو جن کی شامت سے ہر ایک سال ہزارہا تمہارے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہیں۔* اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔ پرہیزگار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ بدخلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ خدا یا اُسکے بندوں کی ہمدردی سے لاپروا ہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائیگا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ پس کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کرکے بکلّی خدا سے منہ پھیر لیتا ہے اور خدا کے حرام کو ایسی بیباکی سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام اُس کیلئے حلال ہے۔ غصہ کی حالت میں دیوانوں کی طرح کسی کو گالی کسی کو زخمی اور کسی کو قتل کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور شہوات کے جوش میں بےحیائی کے طریقوں کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ سو وہ سچی خوشحالی کو نہیں پائیگا یہانتک کہ مریگا۔ اے عزیزو تم تھوڑے دنوں کیلئے دنیا میں آئے ہو۔ اور وہ بھی بہت کچھ گذر چکے۔ سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو۔ ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو۔ اگر تم سے ناراض ہو تو وہ تمہیں تباہ کر سکتی ہے۔ پس تم سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کیونکر تم بچ سکتے ہو۔ اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہر جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کرسکتا اور وہ خود تمہاری حفاظت کریگا۔ اور دشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائیگا۔ ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں۔ اور تم دشمنوں سے ڈر کر یا اور آفات میں مبتلا ہوکر بیقراری سے زندگی بسر کروگے۔ اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم

۶۷

* یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ مگر اے مسلمانو! تمہارے نبی علیہ السلام تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے جیسا کہ وہ فی الحقیقت معصوم ہیں سو تم مسلمان کہلاکر کس کی پیروی کرتے ہو۔ قرآن انجیل کی طرح شراب کو حلال نہیں ٹھیراتا۔ پھر تم کس دستاویز سے شراب کو حلال ٹھہراتے ہو۔ کیا مرنا نہیں ہے؟ منہ

اور غصہ کے ساتھ گذریںگے۔ خدا اُن لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے جو اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ سو خدا کی طرف آجاؤ۔ اور ہر ایک مخالفت اُس کی چھوڑ دو۔ اور اس کے فرائض میں سستی نہ کرو۔ اور اُس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو۔ اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو۔ **یہی راہ نجات کی ہے۔**

اے علماء اسلام میری تکذیب میں جلدی مت کرو۔ کہ بہت اسرار ایسے ہوتے ہیں کہ انسان جلدی سے سمجھ نہیں سکتا۔ بات کو سُنکر اُسی وقت رد کرنے کیلئے تیار مت ہو جاؤ کہ یہ تقویٰ کا طریق نہیں ہے۔ اگر تم میں بعض غلطیاں نہ ہوتیں اور اگر تم نے بعض احادیث کے اُلٹے معنے نہ سمجھے ہوتے۔ تو مسیح موعود کا جو حَکَم ہے آنا ہی لغو تھا۔ تم سے پہلے یہ عبرت کی جگہ موجود ہے کہ جس بات پر تم نے زور مارا ہے۔ اور جس جگہ تم نے قدم رکھا ہے۔ اُسی جگہ یہودیوں نے رکھا تھا یعنی جیسا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے منتظر ہو۔ وہ بھی الیاس نبی کے دوبارہ آنے کے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ مسیح تب آئیگا جبکہ پہلے الیاس نبی جو آسمان پر اُٹھایا گیا ہے۔ دوبارہ دُنیا میں آجائے گا۔ اور جو شخص الیاس کے دوبارہ آنے سے پہلے مسیح ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اور وہ نہ صرف احادیث کی رُو سے ایسا خیال رکھتے تھے۔ بلکہ خدا کی کتاب کو جو صحیفہ ملاکی نبی ہے

* جو شخص بنی نوع پر قوتِ غضبی بڑھاتا ہے۔ وہ غضب سے ہی ہلاک کیا جاتا ہے۔ اِس لئے خدا نے سُورۃ فاتحہ میں یہود کا نام مغضوب علیہم رکھا۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ تھا کہ قیامت کو تو ہر ایک مجرم خدا کے غضب کا مزہ چکھے گا۔ مگر جو ناحق دُنیا میں غضب کرتا ہے۔ وہ دُنیا میں ہی الٰہی غضب کا مزہ چکھ لیتا ہے۔ نصاریٰ سے یہودیوں کی نسبت دُنیا میں غضب ظہور میں نہ آیا اِسلئے سُورۃ فاتحہ میں اُن کا نام ضالّین رکھا گیا۔ ضالّین کے لفظ کے دو معنے ہیں ایک تو یہ کہ گمراہ ہیں۔ اور دُوسرے معنے اسکے ہیں کہ کھوئے جائیں گے۔ یہ میرے نزدیک اُن کیلئے بشارت ہے کہ کسی وقت جھوٹے مذہب سے نجات پاکر اسلام میں کھوئے جائیں گے۔ اور رفتہ رفتہ مشرکانہ عقائد اور ناقص یا قابلِ شرم رسُوم کو چھوڑتے چھوڑتے بِرنگ مسلمین موحّدین ہو جائینگے۔ غرض الضّالّین کے لفظ میں جو سُورۃ فاتحہ کے آخر میں ضلالت کے دُوسرے معنوں کے لحاظ سے کہ ایک چیز کا دُوسری چیز میں محو ہونا اور کھوئے جانا ہے۔ عیسائیوں کی آئندہ مذہبی حالت کے لئے یہ ایک پیشگوئی ہے۔ منہ

ص۹

اِسی ثبوت میں پیش کرتے تھے۔ لیکن جب حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنی نسبت یہودیوں کے موعود مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اور الیاس آسمان سے نہ اُترا جو اِس دعویٰ کی شرط تھی۔ تو یہ تمام عقیدے یہودیوں کے باطل ثابت ہو گئے۔ اور وُہ جو یہودیوں کے خیال میں تھا کہ ایلیا نبی بجسمہٖ العنصری آسمان سے نازل ہوگا۔ اسکے آخر کار یہ معنی کھُلے کہ الیاس کی خُو اور طبیعت پر کوئی دُوسرا شخص ظاہر ہو جائیگا۔ اور یہ معنی حضرت عیسٰی نے خود بیان فرمائے جنکو دوبارہ آسمان سے اُتار رہے ہو۔ پس تم کیوں ایسی جگہ ٹھوکر کھاتے ہو جس جگہ تم سے پہلے یہود ٹھوکر کھا چکے ہیں۔ تمہارے مُلک میں ہزار ہا یہودی موجود ہیں تم انکو پُوچھ کر دیکھ لو کہ کیا یہود کا یہی اعتقاد نہیں جو اب تم ظاہر کر رہے ہو۔ پس وُہ خدا جس نے عیسٰی کی خاطر ایلیا نبی کو آسمان سے نہ اُتارا اور یہود کے سامنے اسکو تاویلوں سے کام لینا پڑا۔ وُہ تمہاری خاطر کیونکر عیسٰی کو اُتارے گا۔ جسکو تم دوبارہ اُتارتے ہو۔ اُسی کے فیصلہ سے تم منکر ہو۔ اگر شک ہے تو کئی لاکھ عیسائی اِس مُلک میں موجود ہیں اور انکی انجیل بھی موجود ہے ان سے دریافت کر لو کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ حضرت عیسٰی نے یہی کہا تھا کہ ایلیا جو دوبارہ آنے والا تھا۔ وُہ یُوحنا ہی ہے یعنی یحیٰی اور اتنی بات کہہ کر یہود کی پُرانی اُمیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ اگر اب یہ **ضروری** ہے کہ عیسٰی نبی ہی آسمان سے آوے تو اس صُورت میں حضرت عیسٰی سچا نبی نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ اگر آسمان سے واپس آنا سُنّت اللہ میں داخل ہے تو الیاس تبھی کیوں واپس نہ آیا اور کیوں اُسکی جگہ یحیٰی کو الیاس ٹھہرا کر تاویل سے کام لیا گیا۔ عقلمند کیلئے یہ سوچنے کا مقام ہے۔

اور نیز جس کام کے لئے آپ لوگوں کے عقیدوں کے موافق مسیح ابن مریم آسمان سے آئے گا۔ یعنی یہ کہ مہدی سے مل کر لوگوں کو جبراً مسلمان کرنے کیلئے جنگ کریگا۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو اسلام کو بدنام کرتا ہے۔ قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے کہ مذہب کیلئے جبر درست ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف میں فرماتا ہے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ[1] یعنے دین میں جبر نہیں ہے۔ پھر مسیح ابن مریم کو جبر کا اختیار کیونکر دیا جائیگا۔ یہانتک کہ بجز اسلام یا قتل کے

[1] البقرۃ: ۲۵۷

جزیہ بھی قبول نہ کریگا۔ یہ تعلیم قرآن شریف کے کس مقام اور کس سیپارہ اور کس سورۃ میں ہے۔* سارا قرآن بار بار کہہ رہا ہے کہ دین میں جبر نہیں۔ اور صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ جن لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں لڑائیاں کی گئی تھیں۔ وہ لڑائیاں دین کو جبراً شائع کرنے کیلئے نہیں تھیں۔ بلکہ یا تو بطور سزا تھیں یعنے اُن لوگوں کو سزا دینا منظور تھا جنہوں نے ایک گروہ کثیر مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اور بعض کو وطن سے نکال دیا تھا اور نہایت سخت ظلم کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر[1] یعنی اُن مسلمانوں کو جن سے کفار جنگ کر رہے ہیں بسبب مظلوم ہونے کے مقابلہ کرنے کی اجازت دیگئی۔ اور خدا قادر ہے کہ جو اُنکی مدد کرے۔ اور یا وہ لڑائیاں ہیں جو بطور مدافعت تھیں۔ یعنی جو لوگ اسلام کے نابود کرنے کیلئے پیش قدمی کرتے تھے یا اپنے مُلک میں اسلام کو شائع ہونے سے جبراً روکتے تھے۔ اُن سے بطور حفاظت خود اختیاری یا مُلک میں آزادی پیدا کرنے کیلئے لڑائی کی جاتی تھی۔ بجز ان تین صورتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس خلیفوں نے کوئی لڑائی نہیں کی۔ بلکہ اسلام نے غیر قوموں کے ظلم کی اس قدر برداشت کی ہے جو اسکی دوسری قوموں میں نظیر نہیں ملتی۔ پھر یہ عیسیٰ مسیح اور مہدی صاحب کیسے ہونگے جو آتے ہی لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دینگے۔ یہانتک کہ کسی اہل کتاب سے جزیہ بھی قبول نہیں کرینگے۔ اور آیت حتّٰی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون[2] کو بھی منسوخ کر دینگے یہ دین اسلام کے کیسے حامی ہونگے کہ آتے ہی قرآن کی ان آیتوں کو بھی منسوخ کر دینگے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں

* اگر کہو کہ عربوں کیلئے یہی حکم تھا کہ جبراً مسلمان کیئے جائیں۔ یہ خیال قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ چونکہ تمام عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا پہنچایا تھا۔ اور بہت سے صحابہ مرد عورتوں کو قتل کر دیا تھا۔ اور بقیۃ السیف کو وطن سے نکال دیا تھا۔ اس لئے وہ تمام لوگ جو مرتکب جُرم قتل یا معین اس جرم کے تھے۔ وہ سب خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنی خونریزی کے عوض میں خونریزی کے لائق ہو چکے تھے۔ انکی نسبت بطور قصاص اصل حکم قتل کا تھا۔ مگر ارحم الراحمین کی طرف سے یہ رعایت دی گئی کہ اگر کوئی ان میں سے مسلمان ہو جائے تو اسکا گذشتہ جُرم جس کی وجہ سے وہ قابل سزائے موت ہے بخش دیا جائیگا پس کہاں یہ صورت رحم اور کہاں جبر۔ منہ

[1] ج: ۴۰ [2] توبہ: ۲۹

بھی منسوخ نہیں ہوئیں۔ اور اِس قدر انقلاب سے پھر بھی ختم نبوّت میں حرج نہیں آئیگا۔ اِس زمانہ میں جو تیرہ سو برس عہدِ نبوّت کو گذر گئے۔ اور خود اسلام اندرونی طور پر تہتّر فرقوں پر پھیل گیا۔ سچے مسیح کا یہ کام ہونا چاہیئے کہ وُہ دلائل کے ساتھ دِلوں پر فتح پاوے نہ تلوار کے ساتھ اور صلیبی عقیدہ کو واقعی اور سچے ثبوت کے ساتھ توڑ دے نہ کہ اُن صلیبوں کو توڑتا پھرے جو چاندی یا سونے یا پیتل یا لکڑی سے بنائی جاتی ہیں۔ اگر تم جبر کرو گے تو تمہارا جبر اِس بات پر کافی دلیل ہے کہ تمہارے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہیں*۔ ہر یک نادان اور ظالم طبع جب دلیل سے عاجز آجاتا ہے۔ تو پھر تلوار یا بندوق کی طرف ہاتھ لمبا کرتا ہے۔ مگر ایسا مذہب ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ جو صرف تلوار کے سہارے سے پھیل سکتا ہے نہ کسی اور طریق سے۔ اگر تم ایسے جہاد سے باز نہیں آسکتے اور اس پر غصّہ میں آکر راستبازوں کا نام بھی دجّال اور ملحد

ص ۷۶

* حاشیہ۔ بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں جیسا کہ صاحب المنار نے بھی کیا کہ یہ شخص انگریزوں کے مُلک میں رہتا ہے اِس لئے جہاد کی ممانعت کرتا ہے۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اِس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا۔ تو مَیں بار بار کیوں کہتا کہ عیسیٰ ابن مریم صلیب سے نجات پاکر اپنی موت طبعی سے بمقام سرینگر کشمیر مر گیا۔ اور نہ وُہ خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا۔ کیا انگریز مذہبی جوش والے میرے اِس فقرہ سے مجھ سے بیزار نہیں ہونگے۔ پس سُنو! اے نادانو! مَیں اِس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی۔ اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے۔ قرآن شریف کے رُو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے۔ کیونکہ وُہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی۔ اور اُن کا شکر کرنا ہمیں اسلئے لازم ہے کہ ہم اپنا کام مکّہ اور مدینہ میں بھی نہیں کر سکتے۔ مگر انکے مُلک میں یہ خدا کی طرف سے حکمت تھی کہ مجھے اس مُلک میں پیدا کیا۔ پس کیا مَیں خدا کی حکمت کی کسر شان کروں۔ اور جیسا کہ قرآن شریف کی آیت وَاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ[1] میں اللہ تعالیٰ یہ بات ہمیں سمجھاتا ہے کہ صلیب کے واقعہ کے بعد ہم نے عیسیٰ مسیح کو صلیبی بلا سے رہائی دیکر اسکو اور اسکی ماں کو ایک ایسے اُونچے ٹیلے پر جگہ دی تھی کہ وُہ آرام کی جگہ تھی اور اس میں چشمے جاری تھے۔ یعنی سری نگر کشمیر۔ اِسی طرح خدا نے مجھے اِس گورنمنٹ کے اُونچے ٹیلے پر جہاں مفسدین کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ جگہ دی جو آرام کی جگہ ہے۔ اور اِس مُلک میں سچے علوم کے چشمے جاری ہیں اور مفسدوں کے حملوں سے امن اور قرار ہے۔ پھر کیا واجب نہ تھا کہ ہم اِس گورنمنٹ کے احسانات کا شکر کرتے۔ منہ

[1] المؤمنون: ۵۱

رکھتے ہو۔ تو ہم اِن دو فقروں پر اس تقریر کو ختم کرتے ہیں۔ قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ[1]۔ اندرونی تفرقہ اور پھوٹ کے زمانہ میں تمہارا فرضی مسیح اور فرضی مہدی کِس کِس پر تلوار چلائے گا۔ کیا سُنّیوں کے نزدیک شیعہ اِس لائق نہیں کہ ان پر تلوار اُٹھائی جائے۔ اور شیعوں کے نزدیک سُنّی اس لائق نہیں کہ ان سب کو تلوار سے نیست و نابود کیا جاوے۔ پس جبکہ تمہارے اندرونی فرقے ہی تمہارے عقیدہ کی رُو سے مستوجبِ سزا ہیں تو تم کِس کِس سے جہاد کرو گے۔ مگر یاد رکھو کہ خدا تلوار کا محتاج نہیں وُہ اپنے دین کو آسمانی نشانوں کے ساتھ زمین پر پھیلائیگا اور کوئی اسکو روک نہیں سکیگا۔ اور یاد رکھو کہ اب عیسٰی تو ہرگز نازل نہیں ہوگا کیونکہ جو اقرار اُس نے آیت فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ[2] کے رُو سے قیامت کے دن کرنا ہے۔ اُس میں صفائی سے اِس کا اعتراف پایا جاتا ہے کہ وُہ دوبارہ دُنیا میں نہیں آئیگا۔ اور قیامت کو اُس کا یہی عُذر ہے کہ عیسائیوں کے بگڑنے کی مجھے خبر نہیں اور اگر وُہ قیامت سے پہلے دُنیا میں آتا تو کیا وُہ یہی جواب دیتا کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔ لہٰذا اِس آیت میں اُس نے صاف اقرار کیا ہے کہ مَیں دوبارہ دُنیا میں نہیں گیا اور اگر وُہ قیامت سے پہلے دُنیا میں آنیوالا تھا اور برابر چالیس برس رہنے والا۔ تب تو اُس نے خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولا کہ مجھے عیسائیوں کے حالات کی کچھ خبر نہیں۔ اُسکو تو کہنا چاہیئے تھا کہ آمدِ ثانی کے وقت مَیں نے چالیس کروڑ کے قریب دُنیا میں عیسائی پایا اور اُن سب کو دیکھا اور مجھے اُنکے بگڑنے کی خوب خبر ہے اور مَیں تو انعام کے لائق ہوں کہ تمام عیسائیوں کو مُسلمان کیا اور صلیبوں کو توڑا۔ یہ کیسا جھوٹ ہے کہ عیسٰی کہیگا کہ مجھے خبر نہیں۔ غرض اِس آیت میں نہایت صفائی سے مسیح کا اقرار ہے کہ وُہ دوبارہ دُنیا میں نہیں آئیگا اور یہی سچ ہے کہ مسیح فوت ہو چکا اور سری نگر محلہ خانیار میں اُسکی قبر ہے*۔ اب خدا خود نازل ہوگا اور اُن لوگوں سے آپ لڑے گا۔ جو سچائی سے لڑتے ہیں۔ خُدا کا لڑنا قابلِ اعتراض نہیں کیونکہ وُہ نشانوں کے رنگ میں ہے۔ لیکن انسان کا لڑنا قابلِ اعتراض ہے کیونکہ وُہ جبر کے رنگ میں ہے۔

* ایک یہودی نے بھی اِسکی تصدیق کی ہے کہ قبر واقعہ سری نگر یہودیوں کے انبیاء کی قبروں کی طرح بنی ہوئی ہے۔ دیکھو ریویو ... منہ

[1] الکافرون: ۲-۳ [2] المائدۃ: ۱۱۸

حاشیہ متعلق صفحہ ۶۹

کریئیر ڈلا سیرا جنوبی اٹلی کے سب سے مشہور اخبار نے مندرجہ ذیل عجیب خبر شائع کی ہے:۔
"۱۳؍ جولائی ۱۸۷۹ء کو یروشلم میں ایک بوڑھا راہب مسمی کورمرا۔ جو اپنی زندگی میں ایک ولی مشہور تھا۔ اُسکے پیچھے اُسکی کچھ جائداد رہی اور گورنر نے اسکے رشتہ داروں کو تلاش کرکے اُنکے حوالہ دو لاکھ فرینک (ایک لاکھ پونے انیس ہزار روپیہ) کئے جو مختلف ملکوں کے سکوں میں تھے اور اُس غار میں سے ملے جہاں وُہ راہب بہت عرصہ سے رہتا تھا۔ روپے کے ساتھ بعض کاغذات بھی ان رشتہ داروں کو ملے۔ جنکو وُہ پڑھ نہ سکتے تھے۔ چند عبرانی زبان کے فاضلوں کو اُن کاغذات کے دیکھنے کا موقعہ ملا تو انکو یہ عجیب بات معلوم ہُوئی کہ یہ کاغذات بہت ہی پُرانی عبرانی زبان میں تھے۔ جب انکو پڑھا گیا تو اُن میں یہ عبارت تھی۔
"پطرس ماہی گیر یسُوع مریم کے بیٹے کا خادم اِس طرح پر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے نام میں اور اُسکی مرضی کے مطابق خطاب کرتا ہے۔" اور یہ خط اِس طرح ختم ہوتا ہے۔
"میں پطرس ماہی گیر نے یسُوع کے نام میں اور اپنی عمر کے نوّے سال میں یہ محبت کے الفاظ اپنے آقا اور مولیٰ یسُوع مسیح مریم کے بیٹے کی موت کے تین عید فسح بعد (یعنی تین سال بعد) خداوند کے مقدس گھر کے نزدیک بولیر کے مکان میں لکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔"
ان فاضلوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ نسخہ پطرس کے وقت کا چلا آتا ہے۔ لنڈن بائیبل سوسائٹی کی بھی یہی رائے ہے۔ اور ان کا اچھی طرح سے امتحان کرانے کے بعد بائیبل سوسائٹی اب ان کے عوض چار لاکھ لیرا (دو لاکھ ساڑھے سینتیس ہزار روپیہ) مالکوں کو دیکر کاغذات کو لینا چاہتی ہے۔

یسُوع ابن مریم کی دُعا ان دونوں پر سلام ہو۔ اُس نے کہا

"اے میرے خدا۔ مَیں اِس قابل نہیں کہ اس چیز پر غالب آسکوں جسکو مَیں بُرا سمجھتا ہوں۔ نہ مَیں نے اُس نیکی کو حاصل کیا ہے جسکی مجھے خواہش تھی۔ مگر دُوسرے لوگ اپنے اجر کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور مَیں نہیں لیکن میری بڑائی میرے کام میں ہے۔ مجھ سے زیادہ بُری حالت میں کوئی شخص نہیں ہے۔ اے خدا جو سب سے بلند تر ہے میرے گناہ معاف کر۔ اے خُدا ایسا نہ کر کہ میں اپنے دشمنوں کیلئے الزام کا سبب بنوں۔ نہ مجھے اپنے دوستوں کی نظر میں حقیر ٹھہرا۔ اور ایسا نہ ہو کہ میرا تقویٰ مجھے مصائب میں ڈالے۔ ایسا نہ کر کہ یہی دُنیا میری بڑی خوشی کی جگہ یا میرا بڑا مقصد ہو۔ اور ایسے شخص کو مجھ پر مسلط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے۔ اے خدا جو بڑے رحم والا ہے۔ اپنے رحم کی خاطر ایسا ہی کر۔ تُو جو اُن سب پر رحم کرتا ہے جو تیرے رحم کے حاجتمند ہیں ÷

شہد شاہد من بنی اسرائیل

ایک اسرائیلی عالم توریت کی شہادت دربارۂ قبر مسیح

[illegible]

میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے دیکھا ایک نقشہ پاس مرزا غلام احمد

[illegible]

صاحب قادیانی اور تحقیق وہ صحیح ہے قبر بنی اسرائیل کی قبروں میں سے

[illegible]

اور وہ ہے بنی اسرائیل کے اکابر کی قبروں میں سے

[illegible]

میں نے دیکھا یہ نقشہ آج کے دن جب لکھی

[illegible]

میں نے یہ شہادت ماہ انگریزی جون ۱۲ سنہ ۱۸۹۹ء

[illegible]

سلمان یوسف اسحاق تاجر

[illegible]

سلمان یہودی نے میرے روبرو

כיגדו יח שהדת קבי ממתי מחמד צדק

یہ شہادت لکھی مفتی محمد صادق بھیروی

מרי כלרך דפתר אכונט גנרל לחור

کلرک دفتر اکونٹنٹ جنرل لاہور

اشهد بالله ان هذا الكتاب كتبه سلمان بن يوسف والله رجل من اكابر بنی اسرائیل۔ دستخط سید عبد الله بغدادی

صـ۷

اِن مَولویوں پر افسوس اگر ان میں دیانت ہوتی۔ تو وُہ تقویٰ کی راہ سے اپنی تسلّی ہر طرح سے کراتے اور خدا نے تو نیک رُوحوں کی تسلّی کر دی۔ مگر وُہ لوگ جو ابوجہل کی مٹّی سے بنے ہُوئے ہیں۔ وُہ اسی طریق کو اختیار کرتے ہیں جو ابوجہل نے اختیار کیا تھا۔ ایک مولوی صاحب نے میرٹھ سے بذریعہ رجسٹری اطلاع دی ہے کہ امرت سر میں جلسہ ندوۃ العلماء ہے۔ اس جگہ آکر بحث کرنی چاہیئے۔ مگر واضح ہو کہ اگر ان مخالفین کی نیّتیں نیک ہوتیں اور فتح و شکست کا خیال نہ ہوتا۔ تو اُن کو اپنی تسلّی کرانے کے لئے ندوہ وغیرہ کی کیا ضرورت تھی۔ ہم ندوہ کے علماء کو امرت سر کے علماء سے الگ نہیں سمجھتے۔ ایک ہی عقیدہ ایک ہی جنس ایک ہی مادہ ہے۔ ہر ایک کو اختیار ہے کہ قادیان میں آوے۔ مگر بحث کے لئے نہیں بلکہ صرف طلبِ حق کے لئے ہماری تقریر کو سُنے۔ اگر شک رہے تو غربت اور ادب کے طریق سے اپنے شکوک کو رفع کراوے۔ اور وُہ جبتک قادیان میں رہیگا۔ بطور مہمان کے سمجھا جائیگا۔ ہمیں ندوہ وغیرہ کی ضرورت نہیں اور نہ انکی طرف حاجت ہے۔ یہ سب لوگ راستی کے دشمن ہیں مگر راستی دُنیا میں پھیلتی جاتی ہے۔ کیا یہ خُدا تعالیٰ کا عظیم الشان معجزہ نہیں کہ اُسنے آج سے بیسؔ برس پہلے براہین احمدیہ میں اپنے الہام سے ظاہر کر دیا تھا۔ کہ لوگ تمہارے ناکام رہنے کیلئے بڑی کوشش کرینگے۔ اور ناخنوں تک زور لگائیں گے۔ مگر آخر مَیں تمہیں ایک بڑی جماعت بناؤں گا۔ یہ اُس وقت کی وحی الٰہی ہے جبکہ میرے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تھا۔ پھر میرے دعویٰ کے شائع ہونے پر مخالفوں نے ناخنوں تک زور لگائے۔ آخر حسب پیشگوئی مذکورہ بالا یہ سلسلہ پھیل گیا اور اب آج کی تاریخ تک برٹش انڈیا میں یہ جماعت ایک لاکھ سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ ندوۃ العلماء کو اگر مرنا یاد ہے تو براہین احمدیہ اور سرکاری کاغذات کو دیکھ کر بتلاوے کہ کیا یہ معجزہ ہے یا نہیں۔ پھر جبکہ قرآن اور معجزہ دونوں پیش کئے گئے۔ تو اب بحث کس غرض کے لئے؟

ایسا ہی اِس مُلک کے گدّی نشین اور پیرزادے دین سے ایسے بے تعلّق اور اپنی بدعات میں ایسے دن رات مشغول ہیں کہ اُن کو اسلام کی مشکلات اور آفات کی کچھ بھی خبر نہیں۔

ملا ؎ ان کی مجالس میں اگر جاؤ۔ تو بجائے قرآن شریف اور کتب حدیث کے طرح طرح کے تنبورے اور سارنگیاں اور ڈھولکیاں اور قوال وغیرہ اسباب بدعات نظر آئیں گے اور پھر باوجود اسکے مسلمانوں کے پیشوا ہونے کا دعویٰ اور اتباع نبوی کی لاف زنی۔ اور بعض ان میں سے عورتوں کا لباس پہنتے ہیں اور ہاتھوں میں مہندی لگاتے ہیں اور چوڑیاں پہنتے ہیں اور قرآن شریف کی نسبت اشعار پڑھنا اپنی مجلسوں میں پسند کرتے ہیں۔ یہ ایسے پرانے زنگار ہیں جو خیال میں نہیں آسکتا کہ دور ہوسکیں۔ تاہم خدائے تعالیٰ اپنی قدرتیں دکھائے گا۔ اور اسلام کا حامی ہوگا۔

عورتوں کو کچھ نصیحت

ہمارے اس زمانہ میں بعض خاص بدعات میں عورتیں بھی مبتلا ہیں۔ وہ تعدد نکاح کے مسئلہ کو نہایت بری نظر سے دیکھتی ہیں گویا اس پر ایمان نہیں رکھتیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر رکھتی ہے۔ پس اگر اسلام میں تعدد نکاح کا مسئلہ نہ ہوتا۔ تو ایسی صورتیں جو مردوں کے لئے نکاح ثانی کے لئے پیش آجاتی ہیں اس شریعت میں ان کا کوئی علاج نہ ہوتا۔ مثلاً اگر عورت دیوانہ ہو جائے یا مجذوم ہو جائے یا ہمیشہ کے لئے کسی ایسی بیماری میں گرفتار ہو جائے جو بیکار کر دیتی ہے یا اور کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ عورت قابل رحم ہو مگر بیکار ہو جاوے۔ اور مرد بھی قابل رحم کہ وہ تجرد پر صبر نہ کر سکے۔ تو ایسی صورت میں مرد کے قویٰ پر یہ ظلم ہے کہ اس کو نکاح ثانی کی اجازت نہ دی جاوے۔ درحقیقت خدا کی شریعت نے انہیں امور پر نظر کر کے مردوں کے لئے یہ راہ کھلی رکھی ہے۔ اور مجبوریوں کے وقت عورتوں کے لئے بھی راہ کھلی ہے کہ اگر مرد بیکار ہو جاوے تو حاکم کے ذریعہ سے خلع کرا لیں جو طلاق کے قائم مقام ہے۔ خدا کی شریعت دوا فروش کی دوکان کی مانند ہے۔ پس اگر دوکان ایسی نہیں ہے۔ جس میں سے ہر ایک بیماری کی دوا مل سکتی ہے تو وہ دوکان چل نہیں سکتی۔ پس غور کرو کہ کیا یہ سچ نہیں کہ بعض مشکلات مردوں کے لئے ایسی پیش آجاتی ہیں جن میں وہ نکاح ثانی کے لئے مضطر ہوتے ہیں۔ وہ شریعت کس کام کی جس میں کل مشکلات کا علاج نہ ہو۔ دیکھو انجیل میں

حاشیہ ۲۷

طلاق کے مسئلہ کی بابت صرف زنا کی شرط تھی۔ اور دوسرے صدہا طرح کے اسباب جو مرد اور عورت میں جانی دشمنی پیدا کر دیتے ہیں۔ ان کا کچھ ذکر نہ تھا۔ اسلئے عیسائی قوم اس خامی کی برداشت نہ کر سکی اور آخر امریکہ میں ایک طلاق کا قانون پاس کرنا پڑا۔ سو اب سوچو کہ اس قانون سے انجیل کدھر گئی۔ اور اے عورتو! فکر نہ کرو جو تمہیں کتاب ملی ہے وہ انجیل کیطرح انسانی تصرف کی محتاج نہیں اور اُس کتاب میں جیسے مردوں کے حقوق محفوظ ہیں عورتوں کے حقوق بھی محفوظ ہیں۔ اگر عورت مرد کے تعدد ازدواج پر ناراض ہو تو وہ بذریعہ حاکم خلع کرا سکتی ہے۔ خدا کا یہ فرض تھا کہ مختلف صورتیں جو مسلمانوں میں پیش آنیوالی تھیں اپنی شریعت میں انکا ذکر کر دیتا۔ تا شریعت ناقص نہ رہتی۔ سو تم اے عورتو۔ اپنے خاوندوں کے ان ارادوں کے وقت کہ وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں خدا تعالیٰ کی شکایت مت کرو۔ بلکہ تم دُعا کرو کہ خدا تمہیں مصیبت اور ابتلاء سے محفوظ رکھے۔ بیشک وہ مرد سخت ظالم اور قابلِ مؤاخذہ ہے جو دو جوروئیں کر کے انصاف نہیں کرتا۔ مگر تم خود خدا کی نافرمانی کر کے موردِ قہرِ الٰہی مت بنو۔ ہر ایک اپنے کام سے پوچھا جائے گا۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی نظر میں نیک بنو تو تمہارا خاوند بھی نیک کیا جاویگا۔ اگرچہ شریعت نے مختلف مصالح کی وجہ سے تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن قضا و قدر کا قانون تمہارے لئے کھلا ہے۔ اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابلِ برداشت نہیں تو بذریعہ دُعا قضا و قدر کے قانون سے فائدہ اُٹھاؤ۔ کیونکہ قضا و قدر کا قانون شریعت کے قانون پر بھی غالب آجاتا ہے۔ تقویٰ اختیار کرو۔ دُنیا سے اور اُسکی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو۔ کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو۔ خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو اُنکی حیثیت سے باہر ہیں۔ کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاکدامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔ خدا کے فرائض نماز زکوٰۃ وغیرہ میں سُستی مت کرو۔ اپنے خاوندوں کی دل و جان سے مطیع رہو۔ بہت سا حصہ اُنکی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ سو تم اپنی اس ذمہ واری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات قانتات میں گنی جاؤ۔ اسراف نہ کرو اور خاوندوں کے مالوں کو بیجا طور پر خرچ نہ کرو۔ خیانت نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ گلہ نہ کرو۔ ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگاوے

صہ۲ے

یہ تمام نصائح جو ہم لکھ چکے ہیں۔ اِس غرض سے ہیں کہ تا ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے خوف میں ترقی کرے اور تا وُہ اِس لائق ہو جاویں کہ خدا کا غضب جو زمین پر بھڑک رہا ہے وُہ ان تک نہ پہنچے اور تا ان طاعون کے دِنوں میں وُہ خاص طور پر بچائے جائیں۔ سچی تقویٰ (**آہ بہت ہی کم ہے سچی تقویٰ**) خدا کو راضی کر دیتی ہے۔ اور خدا نہ معمولی طور پر بلکہ نشان کے طور پر کامل متقی کو بَلاسے بچا لیتا ہے۔ ہر ایک مکّار یا نادان متقی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے **مگر متقی وُہ ہے** جو خُدا کے نشان سے متقی ثابت ہو۔ ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ مَیں خُدا سے پیار کرتا ہوں۔ مگر خُدا سے پیار وُہ کرتا ہے جس کا پیار آسمانی گواہی سے ثابت ہو۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ میرا مذہب سچا ہے۔ مگر سچا مذہب اُس شخص کا ہے جسکو اِسی دُنیا میں نور ملتا ہے۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ مجھے نجات ملے گی۔ مگر اس قول میں سچّا وُہ شخص ہے جو اِسی دُنیا میں نجات کے انوار دیکھتا ہے۔ سو تم کوشش کرو کہ خدا کے پیارے ہو جاؤ۔ تا تم ہر ایک آفت سے بچائے جاؤ۔ کامل متقی طاعون سے بچایا جائیگا۔ کیونکہ وُہ خدا کی پناہ میں ہے۔ سو تم کامل متقی بنو۔ جو کچھ خدا نے طاعون کے بارے میں فرمایا۔ تم سُن چکے ہو۔ وُہ ایک غضب کی آگ ہے پس تم اپنے تئیں اُس آگ سے بچاؤ۔ جو شخص سچے طور پر میری پیروی کرتا ہے۔ اور کوئی خیانت اُس کے اندر نہیں اور نہ کسل اور نہ غفلت ہے اور نہ نیکی کے ساتھ بدی کو جمع رکھتا ہے وُہ بچایا جائیگا۔ لیکن وہ جو اِس راہ میں سُست قدم سے چلتا ہے اور تقویٰ کے راہوں میں پُورے طور پر

صـ۲۷ـ

قدم نہیں مارتا یا دُنیا پر گرا ہوا ہے۔ وُہ اپنے تئیں امتحان میں ڈالتا ہے۔ ہر ایک پہلو سے خدا کی اطاعت کرو۔ اور ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے۔ اُسکے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اِس سلسلہ کی خدمت کرے۔ جو شخص ایک پیسہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ وُہ سلسلہ کے مصارف کیلئے ماہ بماہ ایک پیسہ دیوے۔ اور جو شخص ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہے وُہ ایک روپیہ ماہوار ادا کرے۔ کیونکہ علاوہ لنگرخانہ کے اخراجات کے دینی کارروائیاں بھی بہت سی مصارف چاہتی ہیں صدہا مہمان آتے ہیں مگر ابھی تک بوجہ عدم گنجائش مہمانوں کیلئے آرام دِہ مکان میسّر نہیں۔ جیسا کہ چاہیئے چارپائیوں کا انتظام نہیں۔ توسیع مسجد کی ضرورتیں بھی پیش ہیں۔ تالیف اور اشاعت کا سلسلہ بمقابل مخالفوں کے نہایت کمزور ہے۔ عیسائیوں کی طرف سے جہاں پچاس ہزار رسالے اور مذہبی پرچے نکلتے ہیں۔ ہماری طرف سے بالالتزام ایک ہزار بھی ماہ بماہ نکل نہیں سکتا۔ یہی امور ہیں جن کے لئے ہر ایک بیعت کنندہ کو بقدرِ وُسعت مدد دینی چاہیئے۔ تا خدا تعالیٰ بھی انہیں مدد دے۔ اگر بے ناغہ ماہ بماہ انکی مدد پہنچتی رہے گو تھوڑی مدد ہو۔ تو وُہ اُس مدد سے بہتر ہے جو مدّت تک فراموشی اختیار کرکے پھر کسی وقت اپنے ہی خیال سے کی جاتی ہے۔ ہر ایک شخص کا صدق اُسکی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔ عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کیلئے خدمت کا وقت ہے۔ اِس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے والا اِسی جگہ اپنی زکوٰۃ بھیجے۔ اور ہر ایک شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے اور اِس راہ میں وُہ روپیہ لگاوے۔ اور بہرحال صدق دکھاوے تا فضل اور رُوح القدس کا انعام پاوے۔ کیونکہ یہ انعام اُن لوگوں کیلئے تیار ہے جو اِس سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔ ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم پر جو رُوح القدس کی تجلّی ہوئی تھی وُہ ہر ایک تجلّی سے بڑھ کر ہے۔ رُوح القدس کبھی کسی نبی پر کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا اور

کبھی کسی نبی یا اوتار پر گائے کی شکل پر ظاہر ہوا۔ اور کسی پر کچھ یا مچھ کی شکل پر ظاہر ہوا۔ اور انسان کی شکل کا وقت نہ آیا جب تک انسان کامل یعنی ہمارا نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو رُوح القدس بھی آپ پر بوجہ کامل انسان ہونے کے انسان کی شکل پر ہی ظاہر ہوا۔ اور چونکہ رُوح القدس کی قوی تجلّی تھی جس نے زمین سے لیکر آسمان کا اُفق بھر دیا تھا اس لئے قرآنی تعلیم شرک سے محفوظ رہی۔ لیکن چونکہ عیسائی مذہب کے پیشوا پر رُوح القدس نہایت کمزور شکل میں ظاہر ہوا تھا یعنے کبوتر کی شکل پر۔ اِس لئے ناپاک رُوح یعنی شیطان اس مذہب پر فتحیاب ہو گیا اور اُس نے اپنی عظمت اور قوّت اِس قدر دکھلائی کہ ایک عظیم الشان اژدہا کی طرح حملہ آور ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے عیسائیت کی ضلالت کو دُنیا کی سب ضلالتوں سے اوّل درجہ پر شمار کیا ہے اور فرمایا کہ قریب ہے کہ آسمان و زمین پھٹ جائیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں کہ زمین پر یہ ایک بڑا گناہ کیا گیا کہ انسان کو خدا اور خدا کا بیٹا بنایا۔ اور قرآن کے اوّل میں بھی عیسائیوں کا ردّ اور ان کا ذکر ہے۔ جیساکہ آیت اِیَّاكَ نَعۡبُدُ اور وَلَا الضَّآلِّیۡنَ سے سمجھا جاتا ہے اور قرآن کے آخر میں بھی عیسائیوں کا ردّ ہے جیساکہ سورۃ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ[1] سے سمجھا جاتا ہے۔ اور قرآن کے درمیان میں بھی عیسائی مذہب کے فتنہ کا ذکر ہے جیساکہ آیت تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ[2] سے سمجھا جاتا ہے۔ اور قرآن سے ظاہر ہے کہ جب سے کہ دُنیا ہوئی۔ مخلوق پرستی اور دجل کے طریقوں پر ایسا زور کبھی نہیں دیا گیا۔ اسی وجہ سے مباہلہ کیلئے بھی عیسائی ہی بلائے گئے تھے نہ کوئی اور مُشرک۔ اور یہ جو رُوح القدس پہلے اِس سے پرندوں یا حیوانوں کی شکل پر ظاہر ہوتا رہا۔ اِس میں کیا نکتہ تھا۔ سمجھنے والا خود سمجھ لے۔ اور اِس قدر ہم کہہ دیتے ہیں کہ یہ اِس بات کی طرف اِشارہ تھا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت اِس قدر زبردست ہے، کہ رُوح القدس کو بھی

[1] الاخلاص: ۲تا۴ [2] مریم: ۹۱

انسانیت کی طرف کھینچ لائی۔ پس تم ایسے برگزیدہ نبی کے تابع ہو کر کیوں ہمت ہارتے ہو۔ تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق و صفا سے حیران ہو جائیں اور تم پر درود بھیجیں۔ تم ایک موت اختیار کرو تا تمہیں زندگی ملے۔ اور تم نفسانی جوشوں سے اپنے اندر کو خالی کرو تا خدا اُس میں اُترے۔ ایک طرف سے پختہ طور پر قطع کرو۔ اور ایک طرف سے کامل تعلق پیدا کرو۔ خدا تمہاری مدد کرے ۔

صدا۷

اب میں ختم کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ یہ تعلیم میری تمہارے لئے مفید ہو اور تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن جاؤ۔ اور زمین اُس نور سے روشن ہو جو تمہارے رب سے تمہیں ملے۔ اٰمین ثمّ اٰمین ۔

یا عباد اللہِ اُذکرکُم ایّام اللہ واُذکرکم تقوی القلوب۔ انّه من یّأت ربّه مجرمًا فانّ له جهنّم لا یموت فیها ولا یحیٰی[1]۔ فلا تخلدوا الی زینۃِ الدنیا و زورها و اتقوا اللّٰہَ و استعینوا بالصّبر والصّلوٰۃ[2]۔ اِنّ اللہ وملٰئکتَه یصلّون علی النّبیّ یاَیّها الّذین اٰمنوا صلّوا علیه وسلّموا تسلیمًا[3]۔ اَللّٰھُمّ صلّ علٰی محمّدٍ وّعلٰی اٰل محمّدٍ وّ بارِک وَ سلِّم ۔

پیشگوئی متعلق طاعون در نظم

نشاں اگرچہ نہ در اختیارِ کس بودست	مگر نشاں بدہم از نشاں ز دادارم
کہ آں سعید ز طاعوں نجات خواہد یافت	کہ جست و جُست پناہے بچار دیوارم
مرا قسم بخدا و نہ خویش و عظمتِ او	کہ ہست ایں ہمہ از وحی پاک گفتارم
چہ حاجت است بہ بحث دگر ہمیں کافیست	برائے آنکہ سیہ شد دِلش ز انکارم
اگر دروغ برآید ہر آنچہ وعدہ من	رواست گر ہمہ خیزند بہر پیکارم

[1] طٰہٰ:۷۵ [2] البقرۃ:۴۶ [3] الاحزاب:۵۷

درخواست چندہ برائے توسیع مکان

چونکہ آئندہ اِس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون مُلک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر میں جس میں بعض حصّوں میں مرد بھی مہمان رہتے ہیں اور بعض حصّوں میں عورتیں سخت تنگی واقع ہے۔ اور آپ لوگ سُن چکے ہیں کہ اللہ جلشانہٗ نے اُن لوگوں کے لئے جو اِس گھر کی چار دیوار کے اندر ہونگے حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اب وُہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا جس میں ہمارا حصّہ ہے۔ اُس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں کہ ہمارا حصّہ دیں اور قیمت پر باقی حصّہ بھی دیدیں۔ میری دانست میں یہ حویلی جو ہماری حویلی کا ایک جُز ہو سکتی ہے۔ دو ہزار تک تیار ہو سکتی ہے۔ چونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوشخبری کی رُو سے اس طوفانِ طاعون میں بطور کشتی کے ہوگا۔ نہ معلوم کس کس کو اس کی بشارت کے وعدہ سے حصّہ ملیگا اسلئے یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ خدا پر بھروسہ کرکے جو خالق اور رازق ہے اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے کوشش کرنی چاہیئے۔ مَیں نے بھی دیکھا کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش ہے نہ عورت کی۔ اِس لئے توسیع کی ضرورت پڑی۔ والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

مرزا غلام احمد قادیانی